مُرتّبہ

بشیر حسین ناظمؔ، ایم۔اے

ناشر

نوری بک ڈپو داتا دربار لاہور

بفیضانِ کرم
مخدومِ اہلِ سنّت شیخِ طریقت حضرت
پیر سیّد محمد معصوم شاہ صاحب گیلانی قادری
نوری رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین چک سادہ شریف گجرات

کتاب ——— حکایاتِ گنج بخش
مرتّب ——— بشیر حسین ناظم ایم۔اے
باراول ——— ۱۹۷۵ء
تعداد ——— گیارہ سو
طباعت ——— آفسٹ، سفید کاغذ، مجلّد
سائز ——— ۱۸×۲۲/۸
صفحات ———
قیمت ——— 6/-
کاتب ——— مولانا [illegible] محمد چشتی سیالوی قصوری
طابع ——— [illegible]
ناشر ——— نوری بکڈپو، لاہور
اہتمام ——— سیّد محمد حسن گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تعارف

جناب حکیم محمّد موسیٰ امرتسری مدظلّہ

جناب محترم بشیر حسین ناظم ایم۔اے ،غایت درجہ ذہین وطبّاع انسان ہیں شعرو ادب اور تاریخ وتصوف سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ فارسی ، اردو اور پنجابی میں اچھے شعر کہتے ہیں مگر نعت بہت ہی اچھی کہتے ہیں اور پڑھتے بھی خوب ہیں۔ان کی روحانی نسبت آستانۂ عالیہ شرقپور شریف سے ہے۔ شیخِ وقت حضرت میاں غلام اللہ" لاثانی صاحب " رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہیں، اس لئے اولیاء اللہ کے نہایت عقیدت مند ہیں اور سلطان الاولیاء والاصفیاء حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز سے انہیں جو والہانہ عقیدت ہے وہ ان اشعارِ آبدار سے ظاہر و باہر ہے جو حضرت کے روضۂ اقدس کی غلام گردش کے جنوبی طرف کے بائیں دروازے پر کندہ ہیں۔

جناب ناظم تصوّف و صوفیہ سے قلبی تعلق کے باوجود زاہدِ خشک نہیں ہیں طبیعت باغ و بہار پائی ہے۔احباب کی مجالس میں شمعِ محفل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ باوجود صلاحیت کے خطابت کی طرف راغب نہیں ہوئے ورنہ محسودِ خطباء ہوتے ،غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں۔

ناظم صاحب ایک عرصے سے مختلف اصناف میں شعر کہتے ہیں۔نثر کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے غالباً تالیف وتصنیف کی ذمہ داری کا شدید احساس مانع تھا، خدا کا شکر ہے کہ ان کے احباب کی دعائیں مستجاب ہوئیں اور یہ تالیف وتصنیف کی طرف راغب ہو گئے ،گویا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک عظیم قوت کو استعمال میں لا کر اپنی ذمہ داری کو نبھانے میں مصروف ہو گئے چنانچہ انہوں نے بہت

تھوڑے عرصے میں بہت سا کام کر لیا ہے اور ان کی حسبِ ذیل کتابیں مُنصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ ۱۔ عارف نامی مولانا عبدالرحمٰن قدس سرہ السامی کی سیرتِ طیبہ پر مشہور کتاب شواہد النبوۃ (فارسی) کا اردو ترجمہ۔ ۲۔ عالسطائی کے رسالہ رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترتیب و تہذیب اردو میں۔ ۳۔ حکایاتِ گنج بخش، جو آپ کے پیشِ نظر ہے۔ ۴۔ حضرتِ شاہ ولی اللہ دہلوی تصوف کے فلسفۂ تاریخ پر تصنیف ہمعات کا اردو ترجمہ۔ ۵۔ پنجابی واراں، پنجابی میں ۶۔ کلاسیکی ادب پنجابی میں۔ ۷۔ ابدی آوازاں، پنجابی میں۔ علاوہ ازیں اور بھی علمی و تحقیقی کام کر رہے ہیں جو اپنے اپنے وقت پر اہلِ علم و فضل کے سامنے پیش ہوتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

پیشِ نظر کتاب "حکایاتِ گنج بخش" کی اہمیت و افادیت کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔ اس کا غایت درجہ افادہ بخش ہونا حضرتِ گنج بخش کے نامِ نامی و اسمِ گرامی سے عیاں ہے۔ حکایاتِ گنج بخش حضرتِ داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان کی کوئی مستقل تالیف نہیں، یہ ان حکایاتِ صادقہ کا مجموعہ ہے جو حضرتِ داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ نے کشف المحجوب میں موقع و محل کے مطابق درج فرمائی ہیں۔

فاضلِ محترم ناظم صاحب نے کشف المحجوب سے جملہ حکایات کا انتخاب نہایت خوش اسلوبی اور سلیقے سے کیا ہے۔ ترجمہ ایسا رواں دواں ہے کہ اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے پیشِ لفظ بھی خوب ہے ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اس دعا پر سلسلۂ کلام ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ احقر راقم السطور، ان حکایات کے مرتب و مترجم ناظم صاحب اور قارئینِ کرام کے قلوب کو نورِ معرفت سے بھرے اور اس دور کے الحاد و بے دینی کے تمام ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ و مصون رکھے اور حضرتِ داتا گنج بخش و دیگر اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی محبت و متابعت میں زندہ رکھے اور انہی نفوسِ قدسیہ کے ساتھ محشور فرمائے اور کتاب کے ناشر مکرمی الحاج سید محمد حسن شاہ صاحب مدظلہ خلف الصدق حضرت مولانا پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مراتب بھی بلند فرمائے، آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور، ۹ ذوالحجہ (یوم حج) ۱۳۹۴ھ

انتساب

بنام مخدوم اہلسنّت، ماحیٔ بدعت، شیخ طریقت حضرت الحاج پیر سیّد محمد معصوم شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(چک سادہ شریف، گجرات)

خادم الفقراء

بشیر حسین ناظم ایم، اے

احسانِ یزداں گنج بخش

تاجدارِ ملکِ معنیٰ، پیرِ پیراں گنج بخش
کوکبِ رُشد و ہدایت، نجمِ ایقاں گنج بخش
ماہِ اقلیمِ سخا، خورشیدِ گردونِ عطا
نیّرِ برجِ طریقت، گنجِ عرفاں گنج بخش
ہستیٔ او مزرعِ اسلام را ابرِ کرم
خطّۂ پنجاب را احسانِ یزداں گنج بخش

بشیر حسین ناظم ایم اے

پیشِ لفظ

خاصانِ خدا رحمہم اللہ تعالیٰ کے ملفوظات رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور نورِ بصیرت کا مطلع ہوتے ہیں۔ ان کے فرمودات کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ معرفتِ حق اور عرفانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ ہوتا ہے۔ ان کے ارشاداتِ عالیہ میں ایسے ایسے نکات ملتے ہیں جو انسان کی زندگی کی مشکلات دور کرنے کے لئے ہر دور میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تو اہل اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے سخنہائے دلنواز سے بڑے بڑے متمردین اور سرکشوں کی زندگیوں میں عظیم انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ راہِ راست اور جادۂ مستقیم پر گامزن ہو کر اپنی دنیا و عقبیٰ سنوار لیتے ہیں۔ خلقت کے اخلاق کی تہذیب کا فریضہ اہل اللہ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوتا ہے اس لئے وہ انسانی دلوں کو منور و تاباں کرنے کے لئے اپنے عمل کا فانوس جلاتے ہیں اور "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ" کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سعیِ تبلیغ و اشاعتِ دینِ اسلام کرتے ہیں۔ ان اہل اللہ میں سے بعض کا اندازِ تبلیغ بالکل سادہ ہوتا ہے اور بعض فلاسفروں کے مقابلہ میں متکلمانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ متکلمین اپنی منزل کی طرف گامزن ہونے سے پہلے فلاسفروں کے برعکس ایک ہستیٔ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) پر ایمان و ایقان رکھتے ہیں اور پھر سیرِ انفس و آفاق کرتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی مقام پر انہیں کوئی مشکل پیش آجائے تو وہ فوراً رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور احتمالِ خطا سے محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن فلسفی چونکہ کسی ہستیٔ اعلیٰ پر ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا اس لئے جہاں رک جاتا ہے وہیں قعرِ گمرہی و ضلالت میں گر جاتا ہے۔

متکلمین کے امام حضرت ابوالحسن اشعری ہوئے ہیں جو حضور علیہ السلام کے ممتاز صحابی حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ ان کے بعد بیشتر علماءِ دین اور اولیائے کرام نے تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا۔ ہمارے ممدوح سیدنا مخدوم علی

ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری نے بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب میں یہی انداز اختیار کیا ہے۔ آپ نے چھوٹی چھوٹی مگر آسان حکایتوں سے بڑے بڑے پیچیدہ اور ادق مسائل سمجھا دیئے ہیں۔ ان حکایتوں میں کہیں فلسفے کی گتھیاں سلجھتی ہوئی نظر آتی ہیں تو کہیں تصوف کے صحیح مفاہیم و مطالب سامنے آ رہے ہیں کوئی حکایت پند و نصائح سے مملو ہے تو کسی میں اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے خداداد کمالات کا اظہار و بیان ہے کسی حکایت میں اسلام کے ارکانِ خمسہ کی تلقین ہے تو کسی میں آداب و احکامِ صحبت و سفر و حضر سکھائے جا رہے ہیں، غرض حکایات کیا ہیں حقائق و معرفت کا گنجینہ ہیں۔

حضرت داتا صاحب کے بعد شیخ فریدالدین عطّار، شیخ شرف الدین مصلح الدین سعدی اور حضرت محمد جلال الدین رومی صدیقی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اس میدان میں خوب جوہر دکھائے اور نام پیدا کیا۔ میں نے بزرگوں کی حکایات جو کتابی شکل میں منصۂ شہود پہ آچکی ہیں کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حکایاتِ گنج بخش سے بھی اہلِ ذوق و محبت کی ضیافت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے اپنی روایتی تساہل پسندی اور ذہنی جمود کو توڑا اور حضرت داتا صاحب کے ظلِ عاطفت میں حکایاتِ گنج بخش کو ترتیب دے دیا۔ پھر انہیں زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کے بعد حضرت پیر سید محمد حسن شاہ قادری نوری مالک نوری کتب خانہ داتا دربار لاہور کے حوالے کر دیا جنہوں نے نہایت قلیل عرصہ میں حکایاتِ گنج بخش کی اشاعت کا بہترین انتظام فرما دیا۔ اس کے لئے آپ شکریہ کے مستحق ہیں۔

"ضخامت کے لحاظ سے کتاب اگرچہ چھوٹی سی ہے مگر ہر لحاظ سے "بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر" کا مصداق ہے۔ لیجئے مطالعہ فرمائیے اور دنیائے سکون و سرور میں کھو جائیے۔

میاں معظم بشیر
یکم نومبر ۱۹۷۲ء لاہور

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حالات و واقعات کے آئینہ میں

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم   مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گسیخت   در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت

پاسبانِ عزتِ اُمّ الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب

(حکیم الامت علامہ اقبال)

حضرتِ مخدوم المخادیم سیّد علی بن عثمان جلابی ہجویری اس گروہِ قدسی صفات کے امیر کبیر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتِ کاملہ اور متابعتِ تامہ کے باعث ولایت کا ارفع و اعلیٰ مقام بخشا۔ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی علی، کنیت ابوالحسن ہے اور لقب گنج بخش ہے۔ آپ غزنی میں حضرت سید عثمان جلابی کے ہاں پیدا ہوئے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ آپ سنہ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے لیکن اس سَن کو بھی یقینی نہیں کہا جا سکتا۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہٗ نے کشف المحجوب مطبوعہ المعارف لاہور کا پیش لفظ لکھتے ہوئے منشی محمد الدین فوق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش کا فخر سنہ ۴۰۰ھ یا سنہ ۴۰۱ھ کو حاصل ہوتا ہے۔ سالِ ولادت کے متعلق مختلف قیاس آرائیاں ہیں جن کی تائید رسالہ ابدالیہ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی رسالہ ابدالیہ کے مؤلف یہ بات ثابت کرنے کی سعی و کوشش کرتے ہیں کہ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ گاہے گاہے سلطان الغازی محمود غزنوی کے دربار میں آتے جاتے رہتے تھے اور آپ نے عالمِ شباب میں ایک ہندو فلسفہ دان سے مناظرہ بھی کیا تھا۔ حکیم صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اگر عنفوانِ شباب سے بیس اکیس سال عمر فرض کر لی جائے اور سلطان محمود غزنوی کا سالِ وفات سنہ ۴۲۱ھ

ضمنی طور پر تسلیم کر لیا جائے تو رسالہ ابدالیہ کی روایت کی اساس پر حضرت کا سالِ پیدائش ۴۰۰ھ کے لگ بھگ قرار دیا جا سکتا ہے۔

ان دنوں غزنی کا علاقہ اور بالخصوص شہر علوم و فنونِ اسلامیہ کا گہوارہ تھا کیونکہ سلطان محمود غزنوی کی دریا دلی، سخاوت اور علماء کی قدر دانی نے اطراف و اکنافِ عالم سے عالمِ اسلام کے جیّد و فحول علماء کو غزنی کی طرف کھینچ لیا تھا۔ آپ نے متعدّد علماء و فضلائے وقت سے اکتسابِ علوم کیا۔ ان میں حضرت ابو القاسم، حضرت عبد الکریم بن ہوازن قشیری، حضرت ابو العباس احمد بن محمد اشقانی اور حضرت خواجہ امام خزری کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ آپ اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب میں حضرت ابو العباس احمد بن محمد الاشقانی کا نام نہایت توقیر و احترام سے لیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

"مجھے آپ سے نہایت انس تھا، آپ بھی مجھ پر شفقت فرماتے تھے اور بعض علوم میں میرے استاد تھے۔"

ان بزرگوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کے بعد آپ علومِ ظاہری و باطنی کے بحرِ زخّار بن گئے اور عالمِ شباب میں ہی مخالفینِ اسلام کو مناظروں میں شکستیں دینے لگے۔

بیعت علومِ نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل کے بعد آپ روحانی ارتقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت ابو الفضل محمد بن حسن الختلی قدس سرہ (م ۴۶۰ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سلسلۂ ارادت اس طرح ہے:-

حضرت شیخ علی ہجویری مرید حضرت ابو الفضل محمد بن حسن ختلی کے
حضرت شیخ ابو الفضل محمد بن حسن ختلی مرید حضرت شیخ حصری کے
حضرت شیخ حصری مرید حضرت شیخ ابو بکر شبلی کے
حضرت ابو بکر شبلی مرید حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے
حضرت جنید بغدادی مرید حضرت سرّی سقطی کے
حضرت سرّی سقطی مرید حضرت معروف کرخی کے
حضرت معروف کرخی مرید حضرت داؤد طائی کے

حضرت داؤد طائی مرید حضرت حبیب عجمی کے

حضرت حبیب عجمی مرید حضرت حسن بصری کے

حضرت حسن بصری مرید حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی (ماوراء النہر کے ایک شہر ختل یا ختلان جو بدخشان کے مغرب میں دریائے جیحون کے دائیں کنارے واقع ہے، کے رہنے والے تھے) آپ بقول حضرت داتا صاحب زینتِ اولاد اور شیخ عباد تھے، علمِ تفسیر اور حدیث کے زبردست عالم تھے۔ تصوّف میں مسلکِ جنیدیہ کے پیروکار تھے۔ حضرت داتا صاحب نے ان کی صحبت میں منازلِ سلوک طے کیں اور ہر قسم کے اسرار و رموز خفیہ و جلیہ سے وافر حصہ پایا۔ حضرت داتا صاحب کو اپنے پیر سے بہت عشق تھا۔ ان کی صحبت سے شاذ ہی دور رہتے، چنانچہ حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کا انتقال بھی حضرت داتا صاحب کی موجودگی میں ہوا تھا اور اس وقت آپ نے اپنا سر حضرت داتا صاحب کی گود میں رکھا ہوا تھا (اس واقعہ کو حضرت داتا صاحب نے کشف المحجوب میں قدرے تفصیل کے ساتھ رقم فرمایا ہے)

حضرت داتا صاحب کے شیخ چونکہ صحوی بزرگ تھے اس لئے حضرت داتا صاحب نے بھی ان کی اقتدا میں صحو کو ہی زیادہ پسند فرمایا لیکن سُکری بزرگوں مثلاً حضرت بایزید بسطامی اور ان کے پیروکاروں کو بھی بہ نظرِ استحسان ہی دیکھتے تھے۔

ان حضرت شیخ ختلی کے علاوہ بھی آپ بہت سے شیوخ کی صحبتوں میں بیٹھتے رہے، جن میں شیخ احمد حماد سرخسی، حضرت ابوجعفر محمد بن مصباح الصیدلانی، حضرت ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کو بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے ارشادات سے مستفیض ہونے کا بہت شوق تھا چنانچہ آپ نے خراسان کے تین سو اہل اللہ رحمہم اللہ سے ملاقاتیں کیں۔ حضرتِ خضر علیہ السلام تو آپ کے گہرے دوستوں میں سے ہیں۔

آپ سُنّی اور حنفی المذہب تھے

داتا صاحب اپنے حنفی المذہب ہونے پر بہت نازاں تھے نازاں کیوں نہ ہوتے جب سیّدِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ

سلم نے خواب میں آپ کو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدار کی تعلیم فرمائی چنانچہ آپ نے حضرت ابو حنیفہ کو امامِ اماماں، مقتدائے سنّیاں، شرفِ فقہار اور عزِّ علمار لکھا ہے آپ حضرتِ امامِ اعظم کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت اور علوِّ مرتبت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں ؛

" میں ملکِ شام میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کے سرہانے سویا ہوا تھا کہ میں نے عالمِ رؤیا میں اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام بابِ بنی شیبہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں اور ایک مُسن و معمّر شخص کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے ہیں اور اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی شفقت و محبت سے بچے کو گود میں اٹھاتا ہے۔ میں دواں دواں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی پاشنۂ پا کو چوم لیا میں حیران تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کون بزرگ ہیں ؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معجزانہ طور پر میرے اس خیالِ باطنی سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا ! یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام یعنی ابو حنیفہ ہے۔ بس اس خواب سے مجھے حضرتِ ابو حنیفہ اور اپنی قوم سے بڑی امید قائم ہو گئی۔ پھر اس خواب سے یہ بات بھی منکشف ہوئی کہ حضرت ابو حنیفہ ان بزرگوں سے ہیں جو اپنے ذاتی اور طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں اور صرف احکامِ شرع کے لئے باقی ہیں اس لئے کہ ان کے حامل و رہبر جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انہیں چلتے دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ وہ باقی الصفت ہیں اور جو باقی الصفت ہوتا ہے وہ اجتہادی امور میں مخطی ہوتا ہے یا مصیب چونکہ انہیں اٹھا کر لے جانے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے وہ اپنی ذاتی صفات سے فانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سے باقی ہیں، جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی خطا کا صدور ممکن نہیں تو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے اس سے بھی خطا کا صدور ممکن نہیں، یہ ایک لطیف رمز ہے "

آپ کی عائلی زندگی

تصوفِ اسلام کے مؤلف مولانا عبدالماجد دریا آبادی پروفیسر نکلسن اور مولوی محمد شفیع صاحب سابق پرنسپل دانشکدہ علومِ شرقیہ دانشگاہِ پنجاب نے حضرت داتا صاحب کی عائلی زندگی کے بارے میں یوں لکھا ہے :-

۱۔ قیدِ ازدواج سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ آزادی ہی رہی البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقاتِ محبت قائم ہو گئے تھے اور آپ ایک سال تک اس زخمِ لطیف کے بسمل بنے رہے پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔

۲۔ ازدواجی زندگی کے متعلق ان کا تجربہ بہت مختصر اور ناخوشگوار تھا۔ اس ضمن میں میری ذاتی رائے یہی ہے کہ آپ نے ازدواجی زندگی سے اعراض کر کے نہایت عادل و منصف ہونے کا ثبوت دیا۔ کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ سیروا فی الارض کو پیشِ نظر رکھا اور ساری عمر سینکڑوں اہل اللہ کی زیارت و صحبت میں گزار دی، آج یہاں ہیں تو کل وہاں، کل وہاں ہیں تو آج یہاں، تو ظاہر ہے ایسی سیر و سیاحت اور صحبتیں انقطاعِ تعلقات ازدواج سے ہی میسر ہو سکتی تھیں اور آپ کا یہ اقدام نہایت عادلانہ اور منصفانہ تھا۔

۳۔ شادی کے متعلق ان کو جو معاملہ پیش آیا وہ خوش آیند ثابت نہ ہوا۔ بعض سوانح نگاروں نے آپ کو نکاح و عقد سے بالکل ہی عاری دکھایا ہے، یہ بات غلط ہے۔ حضرت داتا صاحب سنتِ نبوی کے پابند تھے اس لئے وہ ساری عمر تجرّد میں نہیں گذار سکتے تھے المختصر یہ کہ آپ نے شادی ضرور کی لیکن اہلیہ زندہ نہ رہ سکیں۔ غائبانہ عشق بھی ہوا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس دلدل سے حضرت کو اپنے فضل و کرم سے نکال لیا۔

آپ کی تصانیف

کشف المحجوب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اس گنجینۂ معارف کے علاوہ نو اور کتابیں تصنیف کیں جن میں بعض تو امتدادِ زمانہ کے باعث ناپید ہو گئیں اور بعض کو اس وقت کے سارقوں نے اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ دیوانِ اشعار کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے پڑھنے کے لئے مستعار لیا لیکن واپس نہ کیا۔ بہرحال کشف المحجوب کی رُو سے آپ نو کتابوں کے مصنف ہیں جن کا اجمالی

طور پر ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:۔

۱۔ **دیوان** ۔ یہ دیوان حضرت سے کسی نے پڑھنے کے لئے لیا لیکن اس کی نیت میں فتور آ گیا تو واپس نہ کیا اور اپنے نام سے منسوب کر لیا لیکن قدرت نے اسے مقبولیت نہ بخشی، پھر اس بات کا حتمی فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ دیوان کس زبان میں تھا یعنی عربی میں تھا یا فارسی میں ؟

۲۔ **اسرار الخرق والمؤنات** ۔ یہ کتاب ظاہری اور باطنی آداب کے مرقع میں لکھی گئی ہے۔

۳۔ **کتاب فناء و بقاء** : اس کتاب میں آپ نے مسئلہ فناء و بقاء پر نہایت مدلل اور بسط و شرح سے بحث کی جیسے کہ کشف المحجوب سے ظاہر ہے۔ کاش یہ کتاب اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوتی تاکہ اس مسئلہ پر آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے استفادہ کیا جا سکتا۔

۴۔ **الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ** ؛ اس میں مسائلِ توحید بیان کئے گئے ہیں، اسی نام سے دیگر بزرگوں کی تصنیفات بھی منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

۵۔ **کتاب البیان لاہل الایمان** ؛ یہ کتاب آپ نے جمع و تفرقہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے تصنیف فرمائی۔

۶۔ **نحو القلوب** :۔ اس میں صرف مسئلہ جمع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۷۔ **منہاج الدین** ؛ یہ کتاب طریقت و تصوّف، مناقبِ اصحاب صفّہ اور حضرت ابو المغیث حسین بن منصور حلّاج کے حالات پر محتوی تھی، اسے بھی کسی سارق نے اپنے نام سے منسوب کر لیا۔

۸۔ **شرح کلام حسین بن منصور حلّاج** : اس میں زینتِ دار و رسن، پیکرِ رنج و محن، سراج و ہاج حضرت حسین بن منصور حلّاج کے عارفانہ اور مغلق کلام کی سہل لفظوں میں شرح کی گئی تھی جو نایاب ہے۔ اگر یہ رسالہ دستیاب ہو جاتا تو حضور داتا صاحب کے ابن منصور حلّاج سے متعلق خیالات کا پوری طرح پتہ چل جاتا اور ان کے دعاوی و تعلیمات

سے بھی آگاہی ہوئی ۔

ان تصانیف کے علاوہ حضرت داتا صاحب کے نام سے ایک اور رسالہ "کشف الاسرار" بھی منسوب ہے۔ محققین بالخصوص جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کی بھی رائے ہے کہ یہ رسالہ حضرت داتا صاحب کی تصنیف نہیں ہے (ملاحظہ ہو دیباچہ کشف المحجوب مطبوعہ المعارف لاہور)

۱۱۔ **کشف المحجوب** : یہ کتاب آپ کی آخری تصنیف ہے۔ اس میں آپ نے مسائلِ طریقت و شریعت و حقیقت اور معرفت بیان فرمائے ہیں۔ اگرچہ تصوف کے موضوع پر آپ سے پہلے کتاب اللمع، التعرف اور رسالہ قشیریہ ایسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف ہوئیں لیکن درجۂ قبولیت کشف المحجوب کو ہی حاصل ہوا۔ اسے ہر دور کے صوفیا اور اولیاء اللہ نے تصوف کے موضوع پر بے مثل کتاب تسلیم کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ نے کشف المحجوب کے مطالعہ کے بعد یوں فرمایا کہ اگر حضور داتا صاحب ان کے عہد میں ہوتے تو آپ ان کی بیعت کرتے۔[۱]

کشف المحجوب اپنے مصنف کی طرح عوام کے لئے پیرِ کامل تو کاملین کے لئے رہنما ہے عوام اس کے مطالعہ سے دولتِ عرفان اور ثروتِ ایقان حاصل کرتے ہیں۔ شک و ارتیاب و راعوجاج و زیغ کی دنیا میں بھٹکنے والوں کو راہِ راست اور جادۂ مستقیم دکھاتی ہے۔ اس سے حجاباتِ رینی اور غینی اٹھ جاتے ہیں۔ کشف المحجوب کی مقبولیت کی یہ بیّن نشانی ہے کہ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

یہ کتاب آپ نے اپنے ایک ارادت مند حضرت خواجہ ابوسعید ہجویری کے چند استفسارات کے جواب میں لکھی۔ اللہ بھلا کرے حضرت خواجہ ابوسعید ہجویری کا جنہوں نے حضرت داتا صاحب سے تصوّف پر ایسے سوالات پوچھے جن کے جوابات میں سید ہجویری نے مستقبل کے ہر ناقص و کامل کے لئے رشد و ہدایت کے دروازے کھول دئے، ایسے دروازے

---

[۱] مقابیس المجالس ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ۔

کیوں نہ کھلتے جب اس تصنیف کے سرچشمے اور منابع ہی کلام اللہ، حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آثارِ صحابہ اور اقوالِ بزرگانِ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف پر ابد الآباد تک اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

میاں محمد مکرم بشیر عفی عنہ
۲۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء
مانگامنڈی قلعہ سمیکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ علیم و بصیر ہے

کہتے ہیں کہ بصرے کا ایک رئیس کسی باغ میں گیا۔ اچانک اس کی نظر باغ کے مالی کی بیوی پر پڑی اور دل میں بُرا خیال پیدا ہو گیا۔ رئیس بصرہ نے مالی کو کسی کام کے لئے کہیں بھیجدیا اور اس کی بیوی سے کہنے لگا دروازے بند کر دو۔ عورت نے چند ثانیے بعد آکر کہا میں نے سب کے سب دروازے بند کر دیئے ہیں لیکن ایک دروازہ ایسا ہے جسے میں بند نہیں کر سکتی رئیس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے؟ مالن بولی یہ وہ دروازہ ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان ہے! یہ بات سنکر رئیس نادم و شرمندہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگی۔

فقیر کے غلام، بادشاہ کے مالک

کہتے ہیں ایک درویش کی ملاقات کسی بادشاہ سے ہوئی۔ بادشاہ نے عرض کی حضور کچھ طلب کیجئے۔ درویش نے جواب دیا میں اپنے غلام سے کوئی حاجت روائی نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے کہا وہ کس طرح؟ درویش نے فرمایا میرے دو غلام ہیں اور وہ دونوں تیرے مالک و صاحب ہیں، ایک حرص دنیا دوسرا طولِ اَمَل یعنی لمبی امید۔

مجھے جس طرح تو رکھے تیری بندہ پروری ہے

میں نے استاد ابوالقاسم قشیری سے سنا کہ لوگوں نے فقر و غناء میں گفتگو کر کے اپنے لئے ایک کو پسند کر لیا ہے مگر میں وہی پسند کرتا ہوں جو میرا محبوبِ حقیقی میرے لئے پسند کرتا ہے۔ اگر

میرے لئے غنا پسند فرمائے تو مجھے اپنی یاد سے غافل نہ رکھے اور اگر فقر پسند فرمائے تو اس میں حرص و آز سے محفوظ رکھے، غرضیکہ غنا بھی اس کی نعمت ہے مگر اس کی وجہ سے جو غفلت پیدا ہوتی ہے وہ بعینہٖ آفت ہوتی ہے۔ اور فقر بھی اس کی نعمت ہے مگر اس میں اگر حرص پیدا ہو جائے تو سخت آفت و بلا ہے۔ گویا فقر و غنا دونوں منعمِ کونین کی نعمتیں ہیں لیکن ان سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ مختلف ہیں اس لئے کہ فقر، ماسوی اللہ سے فارغ ہونے کا نام ہے اور غنا، ماسوی اللہ کی طرف مشاغل ہونے کا،

صبر و تحمّل کی تلقین

کہتے ہیں کہ شیخ ابوطاہر حرمی ایک دن گدھے پر سوار ہو کر بازار میں سے گزر رہے تھے آپ کا ایک مریدِ صادق آپ کے گدھے کی لگام تھامے ہوئے تھا، دفعتہً ایک شخص نے آوازہ کسا "یہ زندیق پھر آگیا" آپ کے مرید نے جب یہ آواز سنی تو اپنے شیخ کے ساتھ غیر معمولی ارادت مندی کے باعث جوش میں آگیا اور آوازہ کسنے والے کو زد و کوب کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ بازار کے لوگ بھی بھڑک اٹھے۔ شیخ ابوطاہر نے مرید سے کہا اگر تو خاموش ہو جائے تو ہم تجھے ایسی چیز بتائیں گے جس سے تیرا سارا رنج و غم جاتا رہے گا، مرید خاموش ہو گیا۔ جائے رہائش پر پہنچکر آپ نے ایک صندوق لانے کے لئے کہا۔ اس صندوق میں بہت سے خطوط تھے۔ آپ نے کئی خط نکال کر مرید کے آگے رکھے اور فرمایا، دیکھو یہ متعدد لوگوں کے خطوط ہیں، ہر ایک نے میرے لئے علیحدہ علیحدہ نام تجویز کئے ہیں، ایک مجھے شیخ الاسلام لکھ رہا ہے تو دوسرا شیخ زکی اور تیسرا شیخ الحرمین مگر جو میں ہوں وہ کسی نے بھی نہیں لکھا۔ میرا نام کسی خط میں بھی نہیں، ہر ایک نے اپنی اپنی عقیدت کے موافق مجھے القاب دئے ہیں، اگر اس شخص نے مجھے کوئی برا نام دے دیا تو اس پر تو اتنا برانگیختہ کیوں ہو گیا؟

حصولِ ملامت

حضرت ابو [illegible] رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حجاز سے واپس آئے تو شہر میں حضرت بایزید بسطامی

کی آمد کی منادی کی گئی۔ لوگوں میں شہرہ ہوا کہ بایزید بسطامی تشریف لائے ہیں۔ شہر کے لوگ جمع ہو کر استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے۔ حضرت بایزید بسطامی لوگوں کی آمد و رفت دیکھ کر ان کی طرف مشغول ہو گئے لیکن دل میں فوراً احساس پیدا ہوا کہ اب دل بھی تقربِ حق سے بعید ہو رہا ہے۔ پریشانی لاحق ہو گئی۔ چلتے چلتے جب وسطِ شہر میں تشریف لے آئے تو ایک روٹی نکال کر سرِ راہ کھانا شروع کر دی۔ عوام میں اس حالت سے منافرت پیدا ہو گئی اور وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ اس لئے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک کو رونما ہوا تھا۔ حضرت بایزید نے اپنے ہم سفر مرید سے فرمایا، دیکھا تو نے میں نے ابھی شریعتِ مطہرہ کے ایک ہی مسئلہ پر عمل کیا ہے تو لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ (یعنی مسئلہ یہ ہے کہ مسافر اگر بحالتِ سفر ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور وہ ان روزوں کی قضا دوسرے ایام میں کر سکتا ہے)

ایک ملامتی سے ملاقات

داتا صاحب فرماتے ہیں مجھے ایک بار ماوراء النہر کے ایک ملامتی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ جب ذرا بے تکلفی بڑھی تو میں نے اس سے کہا بھائی اس قسم کے شوریدہ افعال سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کہنے لگا "مخلوق سے اپنے آپ کو چھپانا" میں نے کہا لوگ بہت ہیں اور تیری عمر کم، تو زمانہ میں ان سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا لہذا تو خود ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتا تاکہ اس شغل سے بھی تو آزاد ہو جائے۔

میں دو بار اپنی مراد کو پہنچا

کسی نے حضرت ابراہیم ادھم سے پوچھا کہ کبھی آپ اپنی مراد کو پہنچے ہیں یا نہیں؟ فرمایا ہاں، دو بار مجھے اپنی مراد ملی ہے۔ ایک بار میں کشتی میں سوار تھا اور میرا کوئی بھی واقف نہیں تھا میں نے بہت میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میرے سر کے بال لمبے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے مجھے حقارت سے دیکھا اور تمسخر بھی اڑانے لگے۔ ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا تو تمسخر اور مذاق کے ساتھ ساتھ میرے سر کے بال بھی کھینچنے لگا حتیٰ کہ سب کے سب مجھے اپنے مذاق کا نشانہ

بنانے لگے۔ دریں حالات میں اپنے دل میں خوش تھا کیونکہ مجھے میری مراد مل رہی تھی۔

دوسری بار اس طرح مراد کو پہنچا کہ ایک دفعہ میں سخت بارش میں کسی گاؤں پہنچا جہاں شدت سے سردی پڑ رہی تھی۔ میرا خرقہ پانی سے بھیگ گیا تھا۔ میں ایک مسجد میں گیا جہاں سے لوگوں نے مجھے نکال دیا۔ ایک دو اور مسجدیں دیکھیں، وہاں سے بھی لوگوں نے مجھے نکال دیا۔ سردی کی وجہ سے میرا بدن کانپ رہا تھا۔ میں ایک حمام کے چولہے پر گیا اور اپنا خرقہ اس پر تان دیا۔ اس بھٹی کا دھواں جو گھٹا تو اس نے میرے کپڑے اور چہرہ سیاہ کر دیا اس وقت بھی میں اپنی مراد کو پہنچا۔

غیروں کے طعن سے دل کی صفائی حاصل ہو گئی

ایک دفعہ مجھ (علی بن عثمان ہجویری) سے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ میں نے حصولِ مراد کے لئے بہت کوشش کی مگر عقدہ کشائی نہ ہوئی۔ میں اس سے پہلے کسی اور سلسلے میں حضرت بایزید کے مزار کا مجاور بھی بنا رہا اور اس وقت تک میں نے مجاورت اختیار کی جب تک وہ عقدہ حل نہ ہوا۔ اس دفعہ بھی وہاں کا قصد کیا۔ تین مرتبہ مزارِ اقدس کی مجاورت کی تاکہ مشکل حل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ میں نے ہر روز تین بار غسل کیا، تین بار وضو کیا اور امیدِ کشف میں رہا مگر مجھ پر کوئی چیز منکشف نہ ہوئی۔ آخر اٹھا اور خراسان کا سفر اختیار کیا۔ ایک رات مجھے اس علاقے کے ایک شہر کمس نامی میں شب بسری کا موقع ملا۔ یہاں ایک خانقاہ تھی۔ اس خانقاہ میں متصوفین کی ایک جماعت قیام پذیر تھی۔ اس وقت میں نے ٹاٹ کا کرتہ پہن رکھا تھا اور مجھے سخت تکان تھی۔ میرے پاس سامانِ اہلِ رسم میں سے کچھ نہ تھا یعنی میرے پاس ایک چھڑی اور لوٹا تھا۔

خانقاہ میں مقیم صوفیوں کی نظروں میں میں بہت حقیر تھا۔ ان میں سے میرا کوئی واقف نہ تھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر رسماً یہ کہہ دیا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور بات بھی یہی تھی جو انہوں نے کہی تھی۔ میں فی الحقیقت ان میں سے نہ تھا لیکن میرے لئے ضروری تھا کہ میں یہ رات وہیں گزاروں

مجھے انہوں نے ایک ... الاشہ نے نیچے بٹھا دیا اور خود اس سے اونچے بالاخانے میں بیٹھ گئے

انہوں نے میری طرف ایک روٹی پھینک دی، وہ باسی ہو کر سبز رنگ اختیار کر چکی تھی لیکن میں اس کھانے کی بُو سونگھ رہا تھا جو وہ خود کھا رہے تھے۔ وہ لوگ تناولِ ماحضر کے ساتھ ساتھ مجھ سے باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ جب اکل و شرب سے فارغ ہو گئے تو خربوزہ کھا کر چھلکے میری طرف پھینک دیئے۔ یہ اس لئے کہ میں ان کی نظروں میں حقیر تھا۔ غرض جس قدر ان کی طعن مجھ پر زیادہ ہوتی جاتی تھی میرا دل اندر سے بہت خوش ہو رہا تھا حتیٰ کہ ان کے طعن و طنز کے بوجھ سے میرا عقدہ حل ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ مشائخ نے اِن جاہلوں کو کس لئے اپنے اندر رکھا ہوا ہے اور ان کا بار کیوں اٹھائے ہوئے ہیں۔

اصلی اور نقلی حکمران

کہتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال حج کے لئے آیا طوافِ بیت اللہ سے فارغ ہو کر استیلام (چومنا) حجرِ اسود کے لئے آیا مگر انبوہ کثیر کی موجودگی میں اسے راستہ نہ ملا۔ خدّام نے اس کے لئے کرسی لگا دی جس پر بیٹھ کر وہ خطبہ دینے لگا۔ اس اثناء میں حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے روئے انور سے چاند کی طرح روشنی پھیل رہی تھی۔ رخسار مبارک سے نور تاباں تھا، لباس کی عطر بیزی سے راستہ مہک گیا۔ آپ نے سب سے پہلے طوافِ کعبہ کیا پھر حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپ کو آتا دیکھ کر فوراً راستہ صاف کر دیا۔ آپ نے بآسانی حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور تشریف لے گئے۔ ہشام آپ کی یہ سطوت و عظمت دیکھ رہا تھا۔ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا اے امیر المومنین! یہ عظمت و عزت والا نوجوان کون ہے جسے لوگوں نے حجرِ اسود کو چومنے کے لئے راستہ دے دیا، اور تیری امارت کے باوجود کچھ پروا نہ کی؟ ہشام نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا اور حضرتِ زین العابدین کی معرفت سے صاف انکار کر دیا۔

انفعالی کیفیت

کہتے ہیں ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے احباب د

خدّام میں تشریف فرما تھے تو آپ نے سب سے فرمایا آؤ ہم تم آپس میں بیعت کریں اور اس امر کا عہد کریں کہ جسے اللہ تعالٰی بروزِ قیامت خلاصی بخشے وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کی اے ابنِ رسول اللہ! اس عہد کی اسے حاجت ہے جو محتاجِ شفاعت ہو۔ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا پروا ہے۔ آپ کے جدِّ امجد شفیعِ مجرماں ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے اعمال پر شرماتا ہوں اور اپنے نفس کے عیبوں کو دیکھ کر ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن حضور نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کس منہ سے حاضر ہوں گا۔

حلالِ خالص اور حرامِ خالص

کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ مکہ معظمہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آگیا اور عرض کرنے لگا اے سعید! مجھے وہ حلال بتائیے جس میں حرام بالکل نہ ہو اور وہ حرام بتائیے جس میں حلال بالکل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالٰی کو یاد کرنا ایسا حلال ہے جس میں حرام نام کو نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے کہ جس میں حلال نام کو نہیں۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس سے مصر کو آرہا تھا کہ میں نے راستہ میں ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں اس سے کچھ باتیں کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن وہ شخص قریب آیا تو پتہ چلا کہ وہ ایک عمر رسیدہ عورت تھی۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور پشمینہ کا جُبّہ زیبِ تن تھا۔ میں نے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ اس نے کہا اللہ کی طرف سے آرہی ہوں۔ میں نے کہا اب کہاں جا رہی ہیں؟ اس نے جواب دیا اللہ کی طرف جا رہی ہوں۔ میرے پاس کچھ دینار تھے میں نے نکال کر پیش کرنا چاہے تو اس بی بی نے اشارے سے روک دیا اور فرمایا اے ذوالنون! میری طرف سے جو وہم تیرے دل میں پیدا ہوا تھا محض تیری عقل کی کمزوری کے باعث تھا۔ میں جو کام کرتی ہوں اللہ

۲۰۱۳۰۷

کے لئے کرتی ہوں اور سوائے اپنے پروردگار کے کسی سے کچھ نہیں لیتی اس لئے کہ میں اس کے سوا کسی کی پرستار نہیں ہوں، تو جس کی عبادت گزار ہوں اسی سے جو لینا ہوتا ہے لے لیتی ہوں۔

دل ماسوی اللہ سے قطعاً فارغ ہوگیا

حضرت ابراہیم ادہم کہتے ہیں ایک دن میں جنگل میں گیا تو میری ملاقات ایک خضر صورت شخص سے ہوئی۔ وہ کہنے لگا اے ابراہیم تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے؟ تم بغیر زادِ راہ کے جا رہے ہو۔ میں سمجھ گیا یہ بوڑھا ولی اللہ نہیں بلکہ شیطانِ رجیم ہے۔ میری جیب میں چار نقرئی درہم تھے جو میں نے کوفہ میں زنبیل بیچ کر حاصل کئے تھے۔ میں نے اپنی جیب سے نکال کر پھینک دئے اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو رکعت نفل پڑھوں گا۔ چار سال متواتر صحرانوردی میں رہا۔ میرا رزّاقِ مطلق بلا کسی تکلیف کے مجھے روزی پہنچاتا رہا۔ اسی اثنا میں حضرتِ خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ ان کے فیضِ صحبت میں میں نے اللہ کا نام سیکھا، بس اس کے بعد میرا دل ماسوی اللہ سے قطعاً فارغ ہو گیا۔

صوفیاء کے نزدیک اثباتِ وجود شرک ہے

حضرت بایزید بسطامی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ معظمہ گیا تو صرف بیت اللہ نظر آیا۔ میں نے کہا حج مقبول نہ ہوا اس لئے کہ پتھر میں نے بہت دیکھے ہیں۔ جب دوبارہ گیا تو بیت اللہ بھی دیکھا اور صاحبِ بیت اللہ کو (رب العزت) بھی دیکھا۔ اس پر میں نے کہا ابھی توحید کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی کیونکہ قدیم کے ساتھ حادث بھی نظر آ رہا ہے۔ تیسری بار گیا تو تمام کا تمام جلوۂ خداوند نظر آیا، نہ بیت اللہ تھا نہ کوئی پہاڑ، غیب سے آواز آئی اے بایزید اگر تو اپنے آپ کو بھی نہ دیکھتا تو خواہ تمام عالم کو دیکھتا تو مشرک نہ ہوتا اور جب کہ تو تمام عالم کو میرے ساتھ نہیں دیکھتا اور اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے تو تو مشرک ہے۔ میں نے فوراً توبہ کی اور توبہ کرنے سے بھی توبہ کی کیونکہ توبہ کرنے والا حادث ہو کر اپنا وجود تسلیم کرتا ہوا

توبہ کرتا ہے۔ اس مقام پر وجود کا اثبات بھی عند الصوفیہ شرک خالص ہے۔

بزرگ کی دعا سے عرفان حاصل ہو گیا

حضرت سری سقطی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو عرفان کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا ایک روز حبیب بن سلیم راعی کا میری دکان سے گزر ہوا تو میں نے اپنے کباڑخانے کی بعض شکستہ چیزیں انہیں درویشوں میں تقسیم کر دینے کے لئے دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ تمہیں اس سے بہتر کرے۔ جب سے حبیب راعی کے یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑے ہیں میرا دل دنیاوی معاملات سے متنفر ہو گیا۔

غلام کی بات رجوع الی اللہ کا باعث بن گئی

کہتے ہیں حضرت بو علی شفیق کا رجوع الی اللہ بالاخلاص اس طرح ہوا کہ ایک سال بلخ میں سخت قحط پڑا اور اتنا شدید پڑا کہ آدمی آدمی کو کھانے لگا۔ مسلمانوں میں عجیب اضطراب پھیل گیا اور وہ سب کے سب غم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ حضرت شفیق بلخی نے بازار میں ایک غلام کو دیکھا جو نہایت بے فکر تھا اور لوگوں سے ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ اہلِ بلخ نے پوچھا میاں تم اتنے بے فکر کیوں ہو، تمہیں کچھ شرم آنی چاہئے۔ مسلمان تو سخت اضطرابی کیفیت میں ہیں اور تم خوشیاں منا رہے ہو؟ غلام کہنے لگا بات یہ ہے کہ مجھے اصلاً کسی بات کا غم نہیں کیونکہ میں جس کا غلام ہوں وہ جاگیردار ہے اور اس گاؤں کی پیداوار کافی ہے۔ مجھے اس جاگیردار کی فراخدستی نے بے غم بنا رکھا ہے۔ حضرت شفیق بلخی نے غلام کا یہ جواب سنتے ہی عبرت حاصل کی اور دل میں کہا کہ اس غلام کو ایک جاگیردار کے استغناء کی وجہ سے بے فکری ہے اور میں جس کا بندہ ہوں وہ مالک الملک، رزاقِ کل، رب الارباب ہے اور سب کو بلا معاوضہ روزی دینے والا ہے، پھر ہمیں کسی اندوہ غم کا شکار بننا کیونکہ روا ہے؟ یہ سوچا اور شغلِ دنیا سے منہ پھیر کر طریقِ حق کی طرف رجوع کر لیا۔

پیر، مرید کے احوالِ باطنی سے آگاہ ہوتا ہے

کہتے ہیں کہ چند پیر بھائیوں نے حضرت جنید بغدادی سے حضرت سری سقطی کے حینِ حیات میں درخواست کی وہ انہیں کچھ باتیں سنائیں جن سے ان کے دل سکون پائیں۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا جب تک میرے شیخ حضرت سری سقطی جلوہ آرائے مسند ہیں۔ میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں یہاں تک کہ ایک رات خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں جنید! لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تمہارے بیان سے اللہ تعالےٰ ایک عالم کو نجات بخشے گا۔

جب بیدار ہوئے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے مجھے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کی تلقین فرمائی ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک ارادت کیش کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ تو نے میرے مریدوں کی درخواست رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا، شیوخ بغداد نے سفارش کی، اسے بھی تو نے رد کر دیا، میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادۂ وعظ و نصیحت نہ ہوئے، اب جبکہ پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ملا ہے تو اس کی تعمیل کرو۔

یہ سن کر حضرت سیدنا جنید بغدادی نے کہلا بھیجا کہ حضور میرے دل میں جو افضلیت کا سودا سمایا ہوا تھا وہ محو ہو گیا ہے۔ اس طرح میں نے یقین کر لیا کہ سری سقطی میرا مرشد کامل ہے، نیز میرے تمام حالات سے باخبر ہے۔

حضرت سری سقطی کو خواب میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا

حضرت جنید بغدادی نے حضرت سری سقطی سے عرض کی، حضور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی ہے آپ نے فرمایا میں اللہ تعالےٰ کے جمالِ جانفروز سے مشرف ہوا۔ مجھے حق تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا کہ اسے وعظ و نصیحت کرنے کا حکم فرمائیں تاکہ اہلِ بغداد کی مراد بر آئے۔

شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں !

حضرت جنید کہتے ہیں ایک دفعہ مجھے ابلیسِ لعین کو دیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا کہ ایک بوڑھا آیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اپنے دل میں وحشت کا اثر محسوس کیا۔ جب وہ میرے نزدیک آیا تو میں نے اسے پوچھا اے بڈھے ! تو کون ہے کہ میری نظر اثرِ وحشت سے تجھے دیکھنے کی تاب نہیں لا رہی اور تیری نحوست کی ہیبت کو میرا دل برداشت نہیں کرتا؟ کہنے لگا میں وہی ہوں جس کے دیکھنے کی آپ نے خواہش کی تھی۔ میں نے کہا ملعون ! تجھے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا ؟ بولا جنید ! آپ کا یہ خیال ہے کہ میں غیرِ خدا کو سجدہ کر لیتا ؟ حضرتِ جنید فرماتے ہیں میں متحیر سا ہو گیا، اس کا یہ کلام مجھ پر اثر انداز ہوا ہی تھا کہ مجھے الہام ہوا : "اے جنید ! اس خبیث سے کہہ دو کہ بے ایمان تو جھوٹا ہے، اگر تو بندۂ مامور تھا تو اپنے مالک کے حکم سے باہر نہ ہوتا اور اس کی نہی سے تقرب نہ کرتا۔"

شیطان نے میرے قلب کی یہ آواز سن لی اور ایک چیخ مار کر بولا خدا کی قسم اے جنید ! تو نے مجھے جلا ڈالا ، یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا۔

اولیاء اللہ دل کے بھیدوں سے آگاہ ہوتے ہیں

حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید کچھ بدعقیدہ ہو گیا اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ اب میں بھی کسی مرتبہ پر فائز ہو چکا ہوں۔ حضرتِ جنید نے کچھ اعراض کر لیا۔ چند روز بعد اس غرض سے آیا تاکہ یہ معلوم کرے کہ حضرت جنید پر اس کا ارادہ منکشف ہوا ہے یا نہیں ؟ حضرت جنید اپنے نورِ فراست سے اس کے دل کی حالت ملاحظہ فرما رہے تھے۔ وہ ارادت کیش آپ سے کچھ سوال کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیسا جواب چاہتا ہے، الفاظ و عبارت میں یا حقیقت و معنی میں؟ مرید نے عرض کیا دونوں طرح ! آپ نے فرمایا عبارتی جواب تو یہ ہے اگر میرا تجربہ کرنے کی بجائے اپنا تجربہ کر لیتا تو میرے تجربہ کا محتاج نہ ہوتا اور اس جگہ تجربہ کی غرض سے نہ آتا ، اور معنوی

جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے منصبِ ولایت سے معزول کیا۔ یہ فرمانا تھا کہ مرید کا چہرہ سیاہ ہو گیا وہ چیخنے لگا کہ حضور میرے دل سے راحت و تسکین محو ہو گئی ہے۔ میری توبہ ہے، میں اپنی بکواس کی معافی چاہتا ہوں۔

حضرتِ جنید نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ اللہ کے ولی والیانِ اسرار ہوتے ہیں، تجھ میں ان کے قرب کی برداشت نہیں۔ پھر آپ نے اس پر دم کر دیا تو وہ پھر اپنے پہلے درجہ پہ متمکن ہو گیا اور صاحبانِ بارگاہِ الٰہی کے معاملات میں دخل در معقولات سے تائب ہو گیا۔

عارف و سالک حسنِ فانی سے متاثر نہیں ہوتے

حضرت ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بن جلال کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا۔ یہ نوجوان آتش پرست تھا۔ اس کے حسن و جمال نے مجھے متحیر کر دیا۔ میں اس کے سامنے کھڑا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک حضرت جنید بغدادی میرے پاس سے گزرے۔ میں نے عرض کی حضور کیا اللہ تعالےٰ ایسی صورت کو بھی آگ میں جلا دے گا؟ حضرت جنید نے فرمایا صاحبزادے یہ چند لمحات زندگی کی گرم بازاری ہیں جن کے خیال میں تو محو ہے، تو ان چیزوں کو بنظرِ عبرت نہیں دیکھتا، اگر بہ نظرِ عبرت دیکھے تو ہر ذرے میں ایسے ہی عجائبات موجود ہیں لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تو ضرور اس چہ میگوئی اور بیحرمتی میں معذب ہو گا۔

حضرت جنید بغدادی یہ فرما کر رخصت ہو گئے اور مجھ پر یہ عذاب آیا کہ کیفِ قرآنی مجھ سے فراموش ہو گیا۔ کئی سال بحضور عزوجل توبہ کرتا رہا تو کہیں جا کر وہ بلا دفع ہوئی اور اب میری ہمت نہیں کہ موجودات میں سے کسی چیز کی طرف التفات کروں یا اپنے وقت کو بطورِ عبرت بھی موجودات میں ضائع کروں۔

ولی کی کرامت سے بدگمانی دور ہو گئی

کہتے ہیں جب حضرت عمرو بن عثمان مکی اصفہان میں تشریف لاتے تو ایک بے ریش نوعمر لڑکا آپ کی صحبت میں آیا۔ پھر اس کا باپ اسے آپ کی صحبت میں آنے جانے سے روکنے

لگا۔ وہ لڑکے اس ممانعت کی وجہ سے سخت غمزدہ ہوگیا یہاں تک کہ اسے علالت نے آدبوچا۔
مرض بڑھتا گیا۔ آخر ایک روز حضرت عمرو بن عثمان مکی اپنی جماعت کے ساتھ اس کی عبادت کو
کو تشریف لے گئے۔ لڑکے نے حضرت عمرو بن عثمان مکی سے عرض کی حضور قوال سے کہئے کچھ سنائے
آپ نے قوال کو فرمایا تو قوال نے مندرجہ ذیل شعر پڑھنا شروع کیا ؎

مَالِی مَرِضْتُ فَلَمْ یَعُدْنِی عَائِدٌ
ویمرض منکم فاعید

" کیا بات ہے کہ میں بیمار ہوا تو کسی نے میری عیادت نہ کی حالانکہ تم میں سے اگر کوئی
بیمار ہو تو میں عیادت کرتا ہوں۔ "

مریض نے جب یہ شعر سنا تو بستر مرگ سے اٹھ بیٹھا اور اس کے چہرے سے افاقے
کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ لڑکا بولا کچھ اور بھی سنائیے، تو قوال نے یہ شعر پڑھا ؎

واشد من مرضی علی صدودکم
وصدودکم عبدکم علی شدید

" اور میرے مرض کی اشد ترین علت تم سے مجھے روکنا ہے اور اس سے زیادہ شدید
بات تمہارا مجھ سے رک جانا ہے۔ "

اس کے بعد وہ لڑکا تندرست ہو گیا۔ باپ نے یہ کرامت دیکھ کر لڑکے کو حضرت عمرو بن
عثمان کے سپرد کر دیا اور جو بدگمانی اس کے دل میں تھی وہ جاتی رہی اور تائب ہو گیا۔ بعد ازاں
اس کا لڑکا قوم کے بہترین درویشوں سے ہوا۔

حضرت خضر علیہ السلام حضرت ابوبکر محمد بن عمر وراق کی تصنیف کا مطالعہ کرتے ہیں

حضرت ابوبکر محمد بن عمر وّراق کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت محمد بن علی نے مجھے چند اجزاء
دئیے اور فرمایا انہیں دریائے جیجون میں ڈال آؤ۔ میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا میں نے
بجائے دریا میں ڈالنے کے انہیں گھر میں رکھ دیا اور خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور
میں ان اجزاء کو دریا میں ڈال آیا ہوں۔ حضرت محمد بن علی نے فرمایا پھر کیا دیکھا؟ میں نے

عرض کی کچھ نہیں! آپ نے فرمایا تونے وہ اجزاء دریا میں نہیں ڈالے، واپس جاؤ اور دریا میں ڈال آؤ۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے چل دیا اور اپنی غلط بیانی کا احساس بھی کرتا گیا۔ آخرش وہ اجزاء میں نے دریا میں ڈال دیئے۔

دریا کی سطح شق ہوگئی، اس میں سے ایک صندوق نمودار ہوا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا اور وہ اجزاء خود بخود اس میں داخل ہوگئے۔ صندوق کا ڈھکنا بند ہوگیا اور سطح آب بھی مل گئی، صندوق پانی میں غائب ہوگیا۔ میں یہ سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ واپس آکر میں نے تمام قصہ سنا دیا۔ آپ نے فرمایا اب تو وہ اجزاء ضرور پانی میں ڈال کر آیا ہے۔ میں نے عرض کی حضور اس راز سے ذرا پردہ تو اٹھائیے۔ فرمایا ہم نے اصول اور تحقیق میں کچھ تصنیف کیا تھا لیکن اس کے سمجھنے کی عام عقلوں میں اہلیت نہ تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ تصنیف مجھ سے طلب فرمائی ہے اور اللہ تعالےٰ نے دریائے جیحون کو حکم دیا کہ ان اجزاء کو خضر علیہ السلام تک پہنچا دے۔ چنانچہ وہ اس ذریعہ سے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے

کہتے ہیں ایک روز حضرت ابو حمزہ خراسانی کسی کنوئیں میں گر گئے اور تین روز اسی کنوئیں میں پڑے رہے۔ ایک قافلہ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے دل میں کہا کہ قافلہ والوں کو آواز دوں۔ پھر دل میں ہی فرمایا۔ یہ اچھا نہیں کہ اپنے رب کے سوا کسی سے مدد چاہی جائے بلکہ یہ شکایت اپنے مولا کی ہے جو غیر سے کی جائے۔ یہ اس لئے کہ مجھے کہنا پڑے گا میرے رب نے مجھے کنوئیں میں ڈالا ہے اور اب تم (اے مخلوق) کنوئیں سے نکالو۔

کہتے ہیں کہ اس قافلہ کے لوگوں میں سے کسی نے اس کنوئیں کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے صلاح و مشورہ کے بعد اسے بند کر دینا چاہا کیونکہ اس کی نظروں میں یہ کنواں لوگوں کے لئے نقصان دہ تھا۔ یہ لوگ کنوئیں کا منہ بند کر کے چلے گئے۔ ان کا جانا تھا کہ میں اپنے پروردگار کے حضور میں مناجات کرنے میں مشغول ہوگیا۔ میں جان دینے پر آمادہ ہوگیا کیونکہ میں تمام مخلوق

سے ناامید ہوچکا تھا جب شام ہوئی تو کنوئیں کے اوپر کچھ جنبش سی ہوتی دکھائی دی۔ میں نے غور سے دیکھا تو سانپ کی مانند کوئی جانور تھا جو اپنی دم نیچے لٹکا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالٰے نے کنوئیں سے نجات کا سامان پیدا فرما دیا ہے۔ میں نے فوراً اس کی دم پکڑ لی اس نے مجھے فوراً اوپر کھینچ لیا۔ غیب سے آواز آئی اے ابوحمزہ! تیری نجات بہت اچھی نجات ہے کیونکہ تجھے ایک بڑی ہلاکت کے بعد نجات ملی ہے۔

مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

حضرت ابو محمد جعفر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بخار میں مبتلا پایا۔ میں نے عرض کی حضور اپنے رب سے دعا کریں تاکہ وہ آپ کو شفا دے۔ فرمایا کل میں نے عرض کی تھی تو مجھے جواب ملا تھا جنید! جسم ہماری مِلک ہے ہم چاہیں تو تندرست رکھیں چاہیں تو رنجور! تم کون ہو، ہماری مِلک میں تصرف کرنے والے' خاموش رہو، اپنا تصرف ہمارے ملک سے منقطع کرو تاکہ ہمارے سچے بندے بن جاؤ۔

حضور علیہ السلام کے بالوں کی برکت سے توفیقِ توبہ مل گئی

کہتے ہیں حضرت ابوالعباس مہدی سیاری مرو کے بڑے رئیسوں میں سے تھے۔ اہلِ مرو میں ان کے مقابلے کا کوئی رئیس نہ تھا۔ انہیں میراثِ پدری میں کافی مال و دولت ہاتھ آگئی۔ آپ نے اس تمام دولت سے حضور علیہ السلام کے دو بال مبارک حاصل کر لئے۔ اللہ تعالٰے نے ان دو مبارک بالوں کی برکت سے انہیں توفیقِ توبہ عطا کر دی۔ جب آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو وصیت کی تھی کہ یہ موئے مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں۔ آج تک مرو میں ان کا یہ اثر ہے کہ لوگ اپنی حاجت روائی کے لیۓ ان کی قبر پہ جاتے ہیں اور بامراد واپس آتے ہیں اور مقاصد و معاقد کے حل کے لئے آپ کی قبر پہ جانا مجرب ہے۔

دعا سے اونٹ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی درست ہو گئی

ایک دفعہ ایک بچہ سامان سے لدے ہوئے اونٹ کی مہار تھامے آمل کے بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک اونٹ کا پاؤں پھسل گیا اور زمین پر گرتے ہی اس کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اونٹ کی پشت سے سامان اتار دیں۔ لڑکے نے منع کیا اور بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر دعائیں مانگنے لگا۔

حضرت ابو العباس احمد بن قصاب فرماتے ہیں میرا بھی اچانک ادھر سے گزر ہو گیا۔ لوگوں نے بتایا کہ اونٹ کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ آپ نے اونٹ کی مہار تھامی اور آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی الٰہی اس اونٹ کا پاؤں درست کر دے۔ اگر درست کرنا منظور نہیں تو قصّاب کا دل اس بچہ کی گریہ وزاری سے کیوں سوختہ ہو رہا ہے؟ بس یہ کہنا ہی تھا کہ اونٹ اٹھ کر بآسانی چلنے لگا۔

اولیاء اللہ پر عام لوگوں کے احوال واضح ہوتے ہیں

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت ابو علی بن حسن بن دقاق کی مجلس میں اس نیت سے پہنچا کہ متوکلوں کا حال دریافت کروں۔ آپ کے سرِ انور پر بڑی دستار بندھی ہوئی تھی۔ میرے دل میں اس دستار کی طرف میلان ہوا۔ میں نے ابو علی دقاق سے عرض کی کہ حضور توکل کیا چیز ہے؟ فرمایا توکل یہ ہے کہ تو اپنے دل کا میلان کسی کی دستار کی طرف نہ ہونے دے یہ فرمایا اور دستار سرِ انور سے اتار کر میری طرف پھینک دی۔

الہام اور وسواسِ شیطانی میں فرق

ایک دفعہ حضرت ابو سعید فضل اللہ نے نیشاپور سے طوس کا قصد فرمایا۔ راستہ میں سخت سردی تھی حتیٰ کہ موزوں کے اندر بھی پائے مبارک سردی محسوس کرنے لگے۔ ایک درویش کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اپنی کمر کی پٹی کے دو ٹکڑے کر کے پائے مبارک میں لپیٹ دوں مگر میرے دل نے یہ

اس پٹی کی قطع و برید گوارا نگی کیونکہ یہ پٹی بہت عمدہ تھی۔ جب ہم طوس آگئے تو ایک روز محفل میں میں نے عرض کی کہ حضور وسواس شیطانی اور الہام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا الہام وہ ہے جس میں تجھے کہا گیا تھا کہ کمر پٹی کاٹ کر ابو سعید کے پیروں کو سردی سے محفوظ کر اور وسواس شیطانی وہ ہے جس نے تجھے اس کام سے روکا۔

دلوں کے جاسوس

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے ہاتھ پر وضو کے لئے پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ جب تمام نظام اور کاروبار دنیا قسمت پر موقوف ہے تو کس لئے اچھے خاصے آزاد لوگ امید کرامت و فیوض پر اپنے آپ کو پیروں، فقیروں کا غلام اور بندۂ حکم بناتے ہیں۔

میرے دل میں یہ خطرہ گزر رہی تھا کہ حضور نے فرمایا صاحبزادے جو وسوسہ تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے۔ ہمیں معلوم ہے یاد رکھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ قضاء و قدر کے ہر حکم کے لئے اللہ تعالے نے سبب رکھے ہیں۔ جب ظالم بچہ یعنی سپاہی زادہ کو اللہ تعالے تاج عرفان و مملکت عشق سے نواز نا چاہتا ہے تو اسے توفیق توبہ دے کر اپنے کسی مقرب دوست کی خدمت میں مشغول فرما دیتا ہے تاکہ وہ خدمت گزاری اس کی عزت و کرامت کیلئے سبب بنے۔

دل میں کسی کے خلاف رنج نہ رکھو

داتا صاحب فرماتے ہیں جب آپ کے پیرو مرشد کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس روز آپ بیت الجن میں تھے جو دمشق اور بانیان رود کے مابین ایک گھاٹی پر آباد ہے۔ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور مجھے ایک پیر بھائی کی طرف سے دل میں رنج تھا جیسا کہ بہ تقاضائے بشری ہوا کرتا ہے۔ سرکار میرے دل کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے بیٹا! تمہیں ایک عقیدہ بتاتا ہوں، اگر تم اس پہ قائم رہے تو تمام جہانوں کے غموں سے آزاد رہو گے۔ یاد رکھو ہر جگہ اور ہر حال اللہ تعالے کا پیدا کیا ہوا ہے خواہ نیک ہو یا بد، ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالی کی کسی

پیدا کی ہوئی چیز سے خصومت نہ رکھیں اور کسی کی طرف سے دل میں رنج نہ رکھیں۔

سماع کا اثر مشاہدۂ ذات سے محروم لوگوں پہ ہوتا ہے

داتا صاحب فرماتے ہیں ایک دن میں گرمی کی شدت سے شیخ ابوالمظفر کی خدمت میں اپنے کپڑوں کو پسینے سے شرابور کئے ہوئے سراسیمگی کے عالم میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابوالحسن! یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ کیوں اتنے گھبرائے ہوئے نظر آ رہے ہو؟ میں نے عرض کی سرکار سماع کی خواہش ہے۔ اسی وقت کسی خادم کو حکم ہوا کہ قوالوں کو بلا لائیے۔ قوال جلدی سے حاضر ہو گئے اور ساتھ ایک جماعت اہلِ عشرت بھی آ گئی۔

قوالی شروع ہوئی تو ایک نو عمر لڑکے نے جوشِ جوانی اور قوتِ ارادہ اور آتشِ عشق سے اثنارِ سماع میں مجھے مضطر کر دیا۔ میں کچھ تو اس کے جذبات سے اور کچھ کلماتِ سوز سے بیقرار ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کیفیت غلیانی جو آفتِ حال سے مجھ پہ طاری ہوئی تھی، کم ہوئی تو مجھ سے دریافت فرمایا اب تیرا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی اب بہت سکون ہے۔ آپ نے فرمایا ایک وقت تجھ پہ وہ آئے گا کہ یہ آوازِ سماع اور کوّے کی کائیں کائیں تیرے لئے یکساں ہو گی اس لئے کہ سماع کا اثر صوفی کے قلب پہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ مشاہدہ سے محروم رہے۔ اور جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو اثرِ سماع بے کار ہو جاتا ہے۔ خیال رکھنا اس سماع کی عادت نہ ڈالنا، کہیں یہ طبیعتِ ثانیہ بن کر تجھے مشاہدہ سے محروم نہ کر دے۔

اور میں علی بن عثمان جلّابی کہتا ہوں کہ مجھے تو یہ چیز پسند ہے کہ سماع میں مبتدیوں کو نہ چھوڑا جائے تاکہ ان کی طبع پریشان نہ ہو کیونکہ اس میں خطرات و آفات ہیں اس لئے کہ عورتیں چھت سے بلند مکان سے انہیں ان کی حالتِ سماع میں دیکھتی ہیں اور اس سبب سے سننے والے کو سخت حجاب پڑتے ہیں۔ اور چاہیئے کہ جوان بچوں کو بھی اس کے درمیان نہ بٹھائیں اور ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد جاہل صوفیوں نے ان باتوں کو مذہب بنا رکھا ہے اور سچ کو درمیان سے دور کر دیا ہے۔ اور میں اس جنس کی آفتوں سے جو مجھ پہ گزریں استغفار کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں تاکہ میرے ظاہر و باطن کو آفات سے بچائے۔

زہد اعلیٰ ہے یا رضا

حضرت بشر حافی نے حضرت سیدنا فضیل بن ع پوچھا کہ زہد اعلیٰ درجہ ہے یا رضا؟
حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ رضا زہد سے اعلیٰ ہے اس لئے کہ راضی بہ رضا کی کوئی تمنا نہیں ہوتی اور زاہد میں تمنا ہوتی ہے۔

در رضائے دوست گم شو اے عزیز

کہتے ہیں کہ ایک درویش دریائے دجلہ میں پھنس گئے۔ بیچارے تیراکی نہیں جانتے تھے کسی شخص نے کنارے پر سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں کسی کو بلاؤں تاکہ وہ تمہیں دریا سے نکال لے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا تو اس شخص نے کہا تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو میرا رب چاہے وہ ہوگا، مجھے چاہنے سے کیا کام؟

مریدوں کو مشکوک و مبہم اعمال سے منع کرنا چاہیئے

ایک روز حضرت ابو حمزہ بغدادی اپنے پیر حضرت محاسبی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بزرگ صاحب وجد و حال تھے۔ حضرت محاسبی نے ایک شتر مرغ پالا ہوا تھا جو اکثر بانگ دیتا تھا اتفاقاً حضرت ابو حمزہ کی حاضری کے موقع پر اس نے بانگ دے دی۔ حضرت ابو حمزہ نے ایک نعرہ مارا۔ حضرت حارث محاسبی چھری لے کر اٹھے اور حضرت ابو حمزہ سے کہا تو نے کفر کیا اور ساتھ ہی حضرت ابو حمزہ کو ذبح کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ حاضرین میں سے چند خدام درمیان میں حائل ہو گئے اور بعض تو آپ کے قدموں میں ہی گر گئے اور عذر و معذرت کر کے حضرت حارث محاسبی سے ابو حمزہ کی جان چھڑائی مختصر یہ کہ حضرت محاسبی نے حضرت ابو حمزہ سے فرمایا اے مردود اسلام قبول کر! لوگوں نے عرض کی حضور ہم تمام لوگ انہیں خواص اولیاء سے جانتے ہیں اور خالص موحد سمجھتے ہیں، ایسا کونسا امر ہے جو آپ نے انہیں مردود کہہ دیا؟

آپ نے فرمایا مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں اور نہیں اس کے ظاہر و باطن کو مستغرق توحید

جانتا ہوں لیکن اس نے ایک ایسی حرکت کی ہے جو حلولیوں کے افعال سے مشابہ تھی، یعنی مرغ حیوان ہے اور بانگ دینا اس کی عادت میں داخل ہے، اپنی مرضی و خواہش سے بانگ دیتا ہے انہوں نے اس کی آواز پر نعرہ کیوں مارا؟ کیا انہوں نے اللہ تعالےٰ کو متجزّی سمجھا حالانکہ اس کی تجزّی محال ہے؟ اور جو شخص محوِ حق ہے اسے سوائے محبوب کی آواز کے اور اس کی اطاعت کے سکون و آرام نہیں ملتا۔ اس نے اس جلوہ کا حلول اس مرغ میں سمجھ کر نعرہ مارا حالانکہ اس کی ذات کو حلول و نزول نہیں، وہ اپنی صفات میں قدیم ہے۔
حضرت ابو حمزہ نے شیخ کی طرف دیکھا اور عرض کی حضور! ہر چند کہ میں صحیح تھا لیکن میرا فعل چونکہ کسی قوم کے مشابہ تھا اس لئے میں توبہ کرتا ہوں۔

صحوٌ و سکر کا کامل نمونہ

کہتے ہیں کہ حضرت ابو عثمان مغربی نے ابتدائے حال میں بیس سال عزلت نشینی فرمائی اور ایسے جنگلوں میں رہے جہاں انسان کا سانس لینا محال ہے، حتیٰ کہ بوجہ مشقت و مجاہدہ آپ کا جسم گھل گیا اور آنکھیں بالکل بند ہو گئیں۔ بیس سال کے بعد حکم ہوا کہ آپ اب انسانوں سے مل جل کر رہیں۔ آپ نے اپنے دل میں کہا کہ ابتدائً صحبت اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں اور محبّوں سے کرنی چاہئے تاکہ برکت حاصل ہو۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا قصد کر لیا مشائخ مکہ کو آپ کی تشریف آوری کا حال بذریعہ کشف معلوم ہو گیا، استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور آپ کو بالکل مبدّل پایا، سوائے اس کے رَمَقِ جان باقی نظر آتی تھی اور کچھ نہیں۔
سب نے کہا اے ابو عثمان! آپ بیس سال اس حالت میں جیتے ہیں کہ آدم اور اس کی ذریت اس زندگی سے عاجز تھے۔ ہمیں بتاؤ کہ تم جنگل میں کیونکر گئے اور وہاں کیا دیکھا اور اس موت

ع؎ صحو و سکر تصوف کی دو اصطلاحات ہیں۔ صحو صحتِ حال، اور سکر فرطِ شوق کو کہتے ہیں جضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ صاحب صحو بزرگ ہیں اور حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ سکر بزرگ ہیں۔ (مرتب)

میں کیا حاصل کیا اور اب کس لئے واپس آتے ہو آپ نے فرمایا میں سکر میں گیا تھا اور آفاتِ سکر دیکھ کر ناامید ہوا اور عاجز آکر واپس آیا۔ مشائخِ کرام نے کہا اے ابوعثمان! آپ کے بعد اب سب معبّروں (تعبیر کرنے والوں) پر حرام ہے کہ وہ صحو وسکر کی عبارت پر آئیں اس لئے کہ آپ نے اس کا پورا پورا انصاف کر دیا اور آفاتِ سکر کو واضح طور پر دکھایا۔

صاحبِ صحو اور صاحبِ سکر

کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی کو حضرت یحییٰ بن معاذ نے مغلوب الحال ہو کر خط لکھا اور پوچھا کہ اس شخص کے حال میں کیا حکم ہے جس نے ایک قطرہ بحرِ محبت سے نہ لیا اور مست ہو گیا۔ حضرت بایزید نے جواب دیا کہ اس شخص کے معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں جس کے لئے تمام دریائے عالم شرابِ محبت بن گیا اور اس نے تمام کا تمام پی لیا اور ابھی تشنگی میں تڑپ رہا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ نے اپنے کلام کو سکر سے عبارت کیا اور حضرت بایزید بسطامی نے اپنے کلام کو صحو سے عبارت کیا اور اس میں خلاف یہ ہے کہ صاحبِ صحو وہ ہوتا ہے کہ اسے ایک قطرہ کی تاب نہیں ہوئی اور صاحبِ سکر وہ ہوتا ہے کہ مستی میں سب کچھ پی سکتا ہے اور پھر بھی پیاسا رہتا ہے اس لئے کہ شراب آلۂ سکر اور جنس اپنی ہم جنس کے لئے بہتر ہوتی ہے اور صحو اس کی ضد ہے کہ وہ پینے سے آرام نہیں پاتا۔

صحو صحتِ حال اور سکر فرطِ شوق ہے

حکایت ہے کہ جب حضرت حسین بن منصور حلاج اپنے غلبۂ حال میں حضرت عثمان بن مکی سے بیزار ہو کر حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس سے پوچھا کس لئے آئے ہو؟ عرض کی فیضِ صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے آپ نے فرمایا ہمارے ہاں مجانین (پاگلوں) کے لئے صحبت نہیں ہے۔ صحبت کے لئے صحت چاہئے۔ اگر تم آفتوں میں رہ کر ہماری صحبت میں رہو گے تو سہل بن عبداللہ کی سی صحبت ہو گی جو انہوں نے حضرت عمرو کردی سے حاصل کی تھی۔

حسین بن منصور حلاج بولے حضور صحو و سکر بندہ کی دو صفتیں ہیں۔ جب تک بندہ میں یہ صفات باقی ہیں وہ اُپنے آپ سے محجوب ہے اور جب اوصافِ بندہ فنا ہو گئے (تو مشاہدہ جمال الٰہی ہو گیا) حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اے ابن منصور تم غلطی پر ہو، صحو اور سکر میں اختلاف نہیں ہے بلکہ صحو سے مراد اپنے رب کے ساتھ صحتِ حال ہے اور سکر سے مراد اپنے رب کے ساتھ فرطِ شوق اور غایتِ محبت ہے اور یہ دونوں کیفیتیں صفت کے ماتحت اور اکتسابِ خلق کے ساتھ صحیح نہیں ہوتیں۔ ابنِ منصور ہمیں تمہارے کلام میں فضول نظر آتا ہے، تمہاری عبارات بے معنیٰ ہیں۔

ایثار و اتباعِ شریعت کی برکت سے جان بچ گئی

حکایت ہے کہ جب غلام الخلیل نے ابوالحسن نوری سے اپنی عداوت ظاہر کی اور ہر قسم کی خصومت اس سے ظاہر ہو گئی تو حضرت نوری رقام اور ابوحمزہ کو حکومت نے گرفتار کر لیا انہیں دارالخلافہ میں لے جایا گیا۔ غلام الخلیل بکنے لگا کہ یہ قوم زنادقہ سے ہے۔ اگر امیرالمؤمنین ان کے قتل کا حکم صادر فرمائیں تو زندیقوں کی جڑیں اکھڑ جائیں۔ یہ تینوں زندیقوں سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ہاتھ سے یہ کارِ خیر ہو جائے اس کی حکومت و عزت کا میں ضامن ہوں۔ خلیفہ نے اسی وقت ان مشائخ کے قتل کا حکم دے دیا۔ جلاد آ گیا اور ان مردانِ خدا کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ جلاد نے بموجب حکم حضرتِ رقام کے قتل کا ارادہ کیا کہ حضرتِ نوری اٹھے اور بڑے سرور سے حضرت رقام کی جگہ بیٹھ گئے۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ جلاد نے کہا اے جواں مرد! کیا تلوار بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے اس قدر رغبت ہو جس رغبت سے تم آئے ہو حالانکہ ابھی تمہاری باری نہیں ہے۔

آپ نے جواب دیا ہاں ہمارے پاس تلوار ہی ایسی چیز ہے کہ میرے طریقِ ایثار کے ماتحت وہ مجھے مرغوب ہو۔ اس لئے کہ دنیا میں سب سے عزیز زندگی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ چند سانس ان بھائیوں کی خدمت میں ایثار کر دوں اس لئے کہ دنیا کا ایک سانس آخرت کے ہزار سال سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ دنیا سرائے خدمت ہے اور آخرت مقامِ قربت تو مقامِ قربت میں یہ خدمت نہیں کی جا سکتی۔

جلّاد نے یہ سب باتیں خلیفہ کو پہنچا دیں۔ خلیفہ نے اتنے بلند حوصلہ اور دقتِ سخن پر سخت تعجب کا اظہار کیا اور کسی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ان کے قتل کو سرِ دست موقوف رکھو اور ابوالعباس بن علی قاضی القضاۃ کو بلا کر تینوں کو اس کے حوالے کر دیا۔ قاضی القضاۃ نے تینوں کی مشکیں کسی ہوئی رکھیں اور اپنے ہاں بلایا پھر ان سے احکامِ شریعت کے متعلق سوال کئے جواب سن کر ان میں عرفانی شان کی حقیقت پائی اور وہ مذہبی اتباع میں مکمل نکلے۔ قاضی بہت متأثر ہوا اور ان کے حالات سے بے خبر رہنے پر شرمندہ ہوا۔ حضرت نوری نے فرمایا اے قاضی تو نے جو کچھ دریافت کیا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں۔ جو پوچھنے کی بات تھی وہ تو تو نے پوچھی ہی نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ایسی جماعت بھی ہے کہ ان کا کھانا اللہ کے لئے، پینا اللہ کے لئے، بیٹھنا اللہ کے لئے اور بولنا اللہ کے لئے ہے۔ وہ ایسے مردانِ خدا ہیں کہ ان کا قیام اللہ کے ساتھ قعود و نطق اور حرکت و سکون سب اسی کے ساتھ ہے حتّٰی کہ اسکی زندگی بھی اسکے ساتھ ہے اور وہ قائم بہ مشاہدہ ہیں اگر ایک لحظہ مشاہدہ حق ان سے حجاب میں آ جائے تو ان کی دنیائے جسم میں جوش و خروش پھیل جائے۔

یہ سنکر قاضی متعجب ہوا اور ان کے کلام کی باریکی اور صحت حال پاکر خلیفہ کو لکھا کہ اگر یہ جماعتِ ملاحدہ ہے تو پھر دنیا میں موحّد ہے کون؟ میں گواہی دیتا ہوں اور اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مقابلے کا روئے زمین پر کوئی موحّد نہیں ہو سکتا۔

خلیفہ نے قاضی القضاۃ کا یہ محاکمہ پڑھ کر ان بزرگوں کو بلایا اور عرض کی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور میں دھوکہ میں آ گیا۔ اب آپ اپنی حاجت ظاہر کریں۔ حضرت ابوالحسن نوری اور دیگر گرفتار شدہ بزرگوں نے فرمایا اے خلیفہ ہماری حاجت تجھ سے بس اتنی ہے کہ تو ہمیں بھلا دے اور ہم تیرے مقبول کرنے کو اپنی مردودیت سمجھتے ہیں، اگر تو ہمیں اپنی بارگاہ سے مطرود کر دیگا تو ہم اسے عین مقبولیت سمجھیں گے۔ خلیفہ حضرت نوری کے اس دردناک جواب سے اس قدر متأثر ہوا کہ رو پڑا اور نہایت احترام کے ساتھ انہیں واپس کر دیا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ایثار

حضرت نافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی مچھلی شہر میں تلاش کی گئی مگر نہ ملی چند روز بعد مچھلی دستیاب ہوئی تو میں نے تیار کر کے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم کی خدمت میں پیش کر دی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرتِ عمر مچھلی دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ اتنے میں ایک سائل نے دروازہ پر آکر صدا دی۔ آپ نے حکم دیا یہ مچھلی اسے دے دو۔ غلام نافع نے عرض کی اتنی دیر میں تو یہ مچھلی میسر آئی ہے اب آپ سائل کو عطا فرما رہے ہیں اس کی بجائے کچھ اور بخشش کر دیں۔ آپ نے فرمایا اے نافع! یہ مچھلی مجھ پر حرام ہے اس لئے کہ میں نے ایک حدیث کے موافق اس مچھلی کو اپنے دل کی خواہش سے باہر کر دیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جو میں نے اپنے ملجا و ماویٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے "جو انسان کسی چیز کی خواہش کرے پھر اس چیز کی طرف سے دستبردار ہو کر دوسرے کو اس کا بہترین حقدار جانے اور اسے دیدے تو لامحالہ اللہ تعالےٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

نشۂ ایثار سے سرشار نو مردانِ حق جاں بحق ہو گئے

کہتے ہیں دس درویشانِ باصفا ایک جنگل میں راستہ بھول گئے۔ انہیں پیاس نے سخت تنگ کر دیا۔ ان کے پاس ایک قدح پانی سے زائد نہ تھا اور دس کے دس پیاسے تھے۔ جب ایک کو وہ قدحِ آب دیا جاتا تو وہ دوسرے کی طرف ایثار کر دیتا۔ دوسرے کا خیال اپنے رفیق کی طرف جاتا تو وہ اسے دے دیتا، غرضیکہ اسی طرح پیالۂ آب کسی نے نہ پیا اور شدتِ تشنگی سے سب مر گئے، صرف ایک بزرگ جانبر ہو سکا۔ اس نے اپنے نو رفیق مرے ہوئے دیکھے تو وہ قدحِ آب پی لیا اور راستہ طے کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کسی اور کے پاس یہ قصہ بیان کیا تو اس نے کہا بہتر تو یہ تھا کہ تو بھی وہ پانی نہ پیتا۔ اس نے کہا عقلمند! کیا حکمِ شرعی سے تو اتنا ہی واقف ہے؟ تجھے معلوم نہیں کہ نو آدمیوں کے مرجانے کے بعد بھی اگر میں وہ پیالہ نہ پیتا تو خودکشی کا مجرم بنتا اور عتابِ الٰہی میں ماخوذ ہو جاتا؟ وہ کہنے لگا آپ کے خیال میں وہ نو آدمی

بھی خودکشی کے مجرم ہوئے۔ انہوں نے کہا نہیں، اس لئے وہ ایثار کر رہے تھے، اپنی حاجت کے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ عمل پر ایثار کرتے کرتے ہلاک ہو گئے۔ پھر جب کہ میں تنہا رہ گیا تو اب موقعِ ایثار نہیں تھا، اس لئے ایسے موقع پر مجھے وہ پانی پینا واجب تھا۔

ایثار کی بے نظیر مثال

جنگِ احد میں جب اللہ تعالےٰ نے اپنے مقرب بندوں پر ابتلاء فرمایا تو ایک انصاری صحابیہ گھر سے ایک کٹورا پانی لے کر اس نیت سے نکلیں کہ مجروحینِ اُحد میں سے کسی ایک کو پلینے کے لئے دے دیں گی۔ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچیں تو ایک صحابی کو دیکھا جو زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے اس صحابیہ کو پانی لانے کے لئے اشارہ کیا۔ صحابیہ ان کیطرف پانی لے کر گئیں تو دوسرے زخمی صحابی نے آواز دی کہ مجھے پانی پلاؤ۔ یہ آواز سن کر پہلے صحابی جو تشنگی سے نڈھال تھے، فرمانے لگے جاؤ انہیں پانی پلاؤ اور خود پانی نہ پیا۔ جب صحابیہ دوسرے صحابی کی طرف پانی لے گئی تو تیسرے صحابی پکارے کہ مجھے پانی پلاؤ۔ دوسرے صحابی نے پانی نہ پیا اور تیسرے کی طرف پانی لے جانے کو کہا۔ غرض پانی کا ایک کٹورا سات صحابہ رضوان اللہ علیہم تک بذریعہ ایثار پہنچا مگر کوئی پانی نوش نہ کر سکا اور جاں بحق ہو گئے۔ انہی جاں نثارانِ اسلام کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ " وہ محبوبانِ بارگاہ اپنی جانوں پر ایثار کرتے ہیں اگرچہ انہیں سخت تنگی ہو رہی ہو۔

مظاہرہ ایثار پر رحمت حق جوش میں آگئی

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے چار سو برس عبادت کی تھی۔ ایک دن بارگاہِ رب العزت میں عرض کرنے لگا الٰہی! اگر تو ان پہاڑوں کو پیدا نہ فرماتا تو تیرے بندے آسانی سے سفر کر سکتے۔ اس پر پیغمبرِ وقت کی طرف فرمان آیا کہ اس عابد سے کہہ دو کہ جناب باری کا ارشاد ہے کہ تو نے بندہ ہو کر ہماری ملک میں تصرف کیا لہذا ہم نے تیرا نام دیوانِ سعداء (نیکوں کے دیوان سے) نکال دیا اور فہرستِ اشقیاء میں تجھے داخل کر دیا ہے۔

اس عابد نے یہ سنتے ہی اظہارِ مسرت کیا اور سجدہ شکر کے لئے بحضورِ الٰہی جھک گیا۔ پیغمبر وقت علیہ السلام نے فرمایا اے عقلمند شقاوت کے درجہ پر پہنچنے پر سجدۂ شکر کر رہا ہے۔ یہ کونسا قانون ہے۔ عابد نے عرض کی کہ حضور میں اپنی شقاوت پر سجدہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس امر پہ سجدۂ شکر ادا کر رہا ہوں کہ خواہ کسی فہرست میں میرا نام ہو مگر ہے تو اسی کے دفتر میں۔ اب میں ایک آرزو رکھتا ہوں وہ آپ اپنے رب کے دربار میں عرض کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا آرزو ہے۔ عابد نے عرض کی وہ یہ ہے کہ جب مجھے جہنم میں ڈالا جائے تو مجھے اتنا عظیم الجثہ اور عریض و طویل کر کے ڈالا جائے کہ تمام گنہگاروں کی جگہ مجھ سے بھر جائے تاکہ مجھ ایک کے جہنم جانے سے اتنا فائدہ تو ہو کہ باقی تمام گنہگار بہشت میں جائیں۔

اس کے اس ایثار پہ ارشاد ہوا اے پیغمبر! ہمارے اس بندے کو بشارت دو کہ یہ ابتلاء و امتحان تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ تیرے ایثار و خلوص کے ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ اب تیرا یہ مرتبہ ہے کہ قیامت کے دن تو اور جس کی تو شفاعت کرے گا وہ سب تیرے ساتھ بہشت میں ہوں گے۔

درندوں میں بھی جذبۂ ایثار ہوتا ہے

میں نے (علی بن عثمان جلابی) احمد حماد سرخسی سے پوچھا کہ آپ کی ابتداءِ توبہ کیونکر ہوئی تھی فرمایا میں سرخس سے ایک بار چلا اور ایک جنگل میں پہنچا وہاں ایک مدت تک رہا اور اپنے اونٹ چراتا رہتا۔ میرے دل میں آیۂ کریمہ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ کے ماتحت اس چیز کی بہت تڑپ تھی کہ اپنی ضرورت کے مقابلہ میں دوسرے کی حاجت پوری کروں پھر میرا عقیدہ بھی صوفیائے کرام کی اس جماعت سے ملتا تھا جو ایثار کی مظہر کامل تھی اور ایثار کو اولیٰ تہ مانتی تھی۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھوکا شیر جنگل میں نمودار ہوا۔ اس نے میرا ایک اونٹ پھاڑ ڈالا اور بغیر کھائے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گیا پھر دھاڑ کر جنگل کے تمام درندوں کو شکار کی خبر دے دی۔ اس شکار پر جنگل کے تمام درندے لومڑی، بھیڑیئے، چرخ اور بگھیلے سب نے

ہلّہ بول دیا اور خوب کھا پی کر چل دیتے۔ دریں اثنا اسے ایک لنگڑی لومڑی دور سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ شیر پھر وہاں سے ہٹ گیا اور بالائے کوہ چلا گیا تاکہ وہ لومڑی بھی شکم سیر کر لے چنانچہ جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر نے آ کر ایک ٹکڑا اس میں سے لے کر کھا لیا۔

میں (احمد حماد سرخسی) دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ شیر نے واپس جاتے ہوئے بزبانِ فصیح مجھے کہا :-

"اے احمد! ایثار بر لقمہ کار سگاں بود و مردانِ خدا جان و زندگی ایثار کنند"

یعنی اے احمد! لقمہ کا ایثار کتوں کا کام ہے اور مردانِ خدا جان و زندگی کا ایثار کیا کرتے ہیں" بس یہ سنتے ہی مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت میں نے تمام اشغالِ دنیا سے دستبرداری کی ہے، یہ ہے میری توبہ کی ابتداء!

حضرت ابوالحسن نوری کا بندگانِ حق سے ایثار

حضرت ابو جعفر خلدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوالحسن اپنی خلوتِ خاص میں مشغولِ مناجات تھے۔ میں پوشیدہ طور پر وہاں گیا تاکہ ان کی فصیح و بلیغ مناجات سنوں۔ آپ فرما رہے تھے :-

" بارِ خدایا! اہلِ دوزخ را عذاب کنی وجملہ آفریدگانِ تو اند بعلم و قدرت و ارادتِ قدیم و اگر ناچار دوزخ را از مردم پُر خواہی کرد، قادری! بدانکہ بہ من آں دوزخ و طبقاتِ آں پُر کنی و مرا ایشاں را بہ بہشت فرستی"

ترجمہ :- "اے اللہ! تو اہلِ دوزخ کو عذاب دے گا حالانکہ وہ سب تیرے علم، قدرت اور ارادے سے تیرے ہی پیدا کردہ ہیں اگر تو لازمی طور پر دوزخ کو آدمیوں سے بھرنا چاہتا ہے تو تُو قادر ہے کہ دوزخ اور اس کے تمام طبقات مجھ سے بھر دے اور باقی سب کو جنت میں داخل کر دے"

حضرتِ جعفر فرماتے ہیں کہ میں ان کی دعا سے حیران ہو گیا۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ کوئی آنے والا آیا اور کہنے لگا اے جعفر جا! اور ابوالحسن نوری سے کہدے کہ ہم نے

تجھے اس شفقت و محبت کی وجہ سے جو تجھے ہمارے بندوں اور ہم سے ہے بخشدیا"

ذکر اللہ میں اخلاص کی برکت

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ وہ تمام دن اللہ اللہ کرے اور تین دن بعد بھی یہی ورد رکھے تاکہ خوگرِ ذکر ہو جائے پھر فرمایا جس طرح دن ذکر اللہ میں گزارا ہے راتیں بھی اسی طرح گذارو۔ مرید حسب الحکم ایسا ہی کرتا رہا غرضیکہ مرید کا یہ حال ہو گیا کہ اگر اپنے آپ کو خواب میں بھی دیکھتا تو یہی ذکر کرتے پاتا یہانتک کہ ذکر مرید کی عادتِ ثانیہ بن گئی۔

اب حکم ہوا کہ ذکرِ لسان سے لوٹ کر ذکرِ قلبی میں جا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا حتٰی کہ وہ ذکر اتنا غالب آیا کہ ایک روز وہ اپنے گھر میں تھا کہ ہو اسے لکڑی گری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ سر سے خون کے قطرات بہنے لگے، اس نے دیکھا تو ان میں اللہ اللہ ہی چھپا لکھا تھا۔

نفسِ انسانی مختلف صورتوں میں

حضرت محمد بن علیان نسوی جو حضرت جنید بغدادی کے مصاحبوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ مجھے آفاتِ نفس سے متعلق اطلاع ابتدا ء حال میں ہی ہو چکی تھی اور میں نے کنجِ قلب میں اس کی کمین گاہ معلوم کر لی تھی۔ مجھے اس سے سخت دشمنی تھی۔ ایک دن بلّی کی صورت میں کوئی چیز میرے حلق سے نکلی۔ اللہ تعالٰے نے مجھے اس کی شناخت کرائی۔ میں نے جانا کہ یہ نفس ہے۔ میں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور لاتوں سے اسے روندنے لگا مگر جوں جوں میں اسے لاتیں مارتا تھا وہ بڑھتا جاتا تھا۔ میں نے کہا او خبیث! ہر چیز مار پیٹ سے گھٹتی ہے مگر تو کیوں بڑھ رہا ہے۔ نفس بولا: "حضرت میری آفرینش مخلوق کے برعکس ہے، جو چیزیں آپ کے لئے رنجدہ ہیں۔ میرے لئے موجب راحت ہیں اور جو چیزیں آپ کے لئے راحت کا سبب ہیں میرے لئے رنج کا موجب ہیں۔

نفس کتے کی صورت میں

حضرت ابوالحسن اشقانی جو امام وقت گزرے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے گھر آیا تو مجھے ایک چھوٹا سا کتا جس کا رنگ زرد تھا ایک جگہ سویا ہوا نظر آیا۔ میں سمجھا کہ محلہ میں سے کسی طرح یہاں آکر سو گیا ہے۔ میں نے اسے نکالنا چاہا تو وہ میرے دامن کے نیچے آیا اور غائب ہو گیا۔

نفس سانپ اور چوہے کی شکل میں!

حضور داتا صاحب کے دور کے قطب مدار حضرت ابوالقاسم گرگانی اپنے ابتدائی حالات سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو سانپ کی شکل میں دیکھا۔ ایک اور بزرگ نے نفس کو چوہے کی شکل میں دیکھا تو فرمایا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں غافلوں کی ہلاکت ہوں اس لئے کہ برائی کی طرف بلانے والا اور شر و وسواس کا داعی ہوں اور محبوبانِ خدا کے حق میں نجات ہوں اس لئے کہ میرا وجود آفت ہے۔ اگر میں محبوبانِ خاص کے ساتھ نہ ہوتا تو اپنی پاکبازی پر مغرور نہ ہوتے اور اپنے اعمال پر تکبر نہ کرتے کیونکہ جب وہ دلوں کی پاکی اور اسرار کی صفائی اور ولایت کے انوار اور اطاعت پر استقامت دیکھتے ہیں تو ہوا و حرص ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور جب مجھے دونوں پہلوؤں سے دیکھتے ہیں تو ان کے تمام عیوب فنا ہو جاتے ہیں اور ہر عیب سے پاک ہو جاتے ہیں، تمام باتیں اس امر پر دلیل ہیں۔ نفس ایک عین ہے نہ کہ صفت، اس نفس کے لئے صفت علیحدہ ہے اور ہم صرف نفس کی صفتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اصلاحِ نفس کے لئے ایک عمر درکار ہے

حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ روم میں ایک راہب ستر سال سے رہبانیت میں گرجا کے اندر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا تعجب ہے کہ رہبانیت کی انتہائی مدت چالیس سال ہے۔ یہ کس لئے ستر سال سے اس گرجا میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کے ملنے کا ارادہ کیا جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے دریچہ کھول کر مجھ سے کہا ابراہیم! مجھے معلوم ہے جس کام کے لئے

تم میرے پاس آئے ہو۔ میں ستّر سال سے اس جگہ رہبانیت کے لئے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میرے پاس ایک کتا ہے جو حرص و ہوا سے شوریدہ ہے۔ میں اس جگہ اس لئے بیٹھا ہوں کہ اس کتے کی نگہبانی کروں اور اس کے شر سے لوگوں کو دور رکھوں ورنہ میں وہ نہیں جو تمہارا اعتراض اپنے اوپر آنے دوں۔

جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ مولیٰ تو قادر علی الاطلاق ہے اس راہب کو اس کی عین ضلالت میں طریقِ صواب و راہِ راست عطا فرما! راہب مجھ سے کہنے لگا ابراہیم! کب تک لوگوں کو ڈھونڈے گا؟ جا اپنے آپ کو تلاش کر۔ جب اپنے آپ کو پالے گا تو اسی کی نگہبانی کرتے رہنا کیونکہ ہر روز یہ ہوا کا کتا تین سو ساٹھ بار لباسِ الوہیّت پہنکر بندہ کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔

حرص و ہوا سے حذر کا ثمر!

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ہوا میں اڑ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ نے یہ درجہ کس عمل کے بدلے میں پایا ہے؟ وہ بولا کہ میں نے حرص و ہوا کے راستے پر قدم نہ رکھا تو ہوا میں اڑ رہا ہوں۔

خداداد نعمتوں میں تصرف نہیں ہوسکتا

حضرت ابوعلی سیاہ مروزی فرماتے ہیں کہ میں حمام میں گیا ہوا تھا اور سنت کے مطابق موئے زیرِ ناف اتار رہا تھا، دل میں خیال آیا کہ یہ عضو منبعِ شہوت ہے اور یہی تجھے آفتوں میں مبتلا رکھتا ہے اسے اپنے جسم سے جدا کر دے تاکہ شہوات سے آزادی پائے۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی اے ابوعلی! ہماری ملکیت میں تصرف تو کرتے ہو لیکن ہمارے موزون کئے ہوئے جسم میں کوئی عضو دوسرے عضو سے اولیٰ تر نہیں ہے۔ ہمیں اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تو نے یہ عضو اپنے جسم سے الگ کر دیا تو تمہارے ہر بُنِ مُو میں اس موجودہ شہوت سے سَو گنا شہوت اور ہوائے نفسانی رکھ دیں گے۔

بحر و بر کے حقیقی حکمران و شہریار

روایت ہے کہ عہدِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دریائے نیل اپنی رسم کے مطابق خشک ہو گیا۔ اس لئے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ ہر سال ایک آراستہ خوبصورت لونڈی اس میں بھینٹ چڑھایا کرتے تھے تو دریا جاری ہوتا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ دیا کہ "اے دریا! اگر تو خود رکتا ہے اور خشک ہوتا ہے تو ہرگز جاری نہ ہو اور اگر خداوندِ قدوس کے حکم سے ٹھہرتا ہے تو عمر کہتا ہے کہ رواں ہو جا!" چنانچہ جب رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو پانی فوراً جاری ہو گیا، درحقیقت حکومت حقیقی یہی ہے۔

اولیاء اللہ کی درجہ بندی

اللہ تعالےٰ نے برہانِ نبوت کو آج تک باقی رکھا ہے اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ اس کے اظہار کے سبب ہیں تاکہ مسلسل آیات و حجّتِ صداقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیوستہ طریق پر ظاہر و باہر رہیں اور ان ہستیوں کو خصوصیت سے درمیانِ عالم بنایا ہے۔ ان چار ہزار اولیاء کرام میں جو اربابِ حل و عقد ہیں جنہیں سرہنگان درگاہِ حق تعالےٰ کہا جاتا ہے وہ تین سو نفوسِ قدسیہ ہیں ان کو اصطلاح تصوف میں اخیار کہتے ہیں اور چالیس وہ ہستیاں ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ اور سات وہ ہیں جنہیں ابرار کہتے ہیں۔ چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں۔ تین وہ ہیں جنہیں نقیب کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جسے قُطب کہا جاتا ہے اور اسے غوث بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور نظام معاملات و امور تصرف میں ایک دوسرے کے اذن و اجازت کے محتاج ہیں۔

ولی کون ہوتا ہے

حضرت بایزید بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ ولی کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا "الولی هو الصابر تحت الامر و النهی" ولی وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے امر و نہی پر صبر کرے

اس لئے کہ جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی دوستی جتنی زیادہ ہوگی اس کے حکم کی عظمت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی اور اس کی نہی سے اس کا جسم اتنا ہی بعید ہوگا۔

ولی کو احکامِ شریعت کا پابند ہونا چاہیئے

حضرت بایزید بسطامی سے ایک روایت ہے آپ فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ فلاں شہر میں اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی ہے۔ میں اٹھا اور ان کی زیارت کا قصد کر کے ان کی جانب چل دیا۔ جب ان کی مسجد میں پہنچا تو گھر سے نکل کر مسجد میں وارد ہوئے اور مسجد میں وارد ہوتے ہی قبلہ رخ منہ کر کے مسجد میں کلی کر دی۔ میں اسی وقت بغیر سلام کئے واپس چلا آیا۔ میں نے کہا ولی کو چاہیئے کہ احکامِ شریعت کا پابند ہو تا کہ اس پر حق تعالےٰ نظرِ رحمت فرمائے۔ اگر یہ شخص ولی ہوتا تو مسجد میں کبھی کلی نہ کرتا۔ یا اللہ تعالےٰ اس کی حرمتِ ولایت پر نگاہ رکھتا۔ آپ (بایزید بسطامی) فرماتے ہیں کہ اسی شب حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا دیکھا کہ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں بایزید تو نے وہ کام کیا جس کی برکت سے تم اس درجہ پر پہنچے، دوسرے روز میں اس درجہ پر پہنچ گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

ولی کے توسط سے دوگنا نان و نفقہ نصیب ہوا

حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک بار اپنی عادت کے مطابق جنگل میں اپنی تجریدِ توحید کے ساتھ تھا کہ بعد چندے ایک گوشہ سے ایک شخص نمودار ہوا اور میرے ساتھ ہم نشین ہونے کی خواہش ظاہر کرنے لگا۔ میں نے اس کے باطن پر نگاہ ڈالی تو مجھے اس سے نفرت ہوئی۔ میں نے سوچا کہ یہ کون ہے جو اس سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ وہ کہنے لگا اے ابراہیم! فکر نہ کر میں نصاریٰ میں سے صابی ہوں اور اقصائے بلادِ روم سے صرف آپ کی ہم نشینی کی نیت سے آیا ہوں۔ جواب سن کر مجھے اطمینان ہوا کہ نفرت یوں ہوئی تھی کہ یہ بیگانہ تھا۔ میں نے اسے اپنی ہم نشینی کی اجازت دے دی اور کہا اے راہب میرے پاس اکل و شرب کا انتظام نہیں ہے۔ مجھے اس امر کا خطرہ ہے کہ کہیں تمہیں اس جنگل میں میری معیت میں تکلیف

نہ پہنچے۔ راہب کہنے لگا حضرت آپ کی دنیا میں اتنی زبردست شہرت ہے مگر آپ ابھی تک طعام و شراب کے غم میں ہیں۔ مجھے اس کا یہ جواب پسند آیا۔ میں نے امتحاناً اسے ساتھ لے لیا کہ دیکھیں اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچا ہے۔ ہم دونوں سات روز بادیہ پیمائی کرتے رہے۔ ساتویں روز اسے بھوک پیاس نے اتنا تنگ کیا کہ کہنے لگا کہ اے ابراہیم! آپ کی کرامات و عرفان کا ڈھول دنیا میں لوگ بجاتے ہیں لیکن اب میں مجبور ہوں کہ آپ کی ولایت کا انکار کر دوں اس لئے کہ اب پیاس اور بھوک نے میری تمام طاقت سلب کر لی ہے۔ میں نے سرِ عجز بارگاہِ بے نیاز میں جھکایا اور عرض کی الٰہی مجھے اس کافر کے سامنے رسوا نہ کر۔ اب تک اس کا خیال باوجود بیگانہ ہونے کے اچھا ہے۔ تیرے کرم سے بعید نہیں کہ ایک کافر کے حسنِ ظن کو جو میرے ساتھ ہے۔ حسنِ اعتقاد تک پہنچا دے۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے سر اُٹھایا تو ایک طبق دیکھا جس میں دو روٹیاں اور دو پیالے پانی کے رکھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں نے کھا پی کر تازگی حاصل کی اور چل دیئے۔

جب سات دن مزید گذر گئے تو میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ آج میں اس راہب کا بھی تجربہ کروں۔ قبل اس کے کہ یہ میرا امتحان کرے اور کچھ مجھ سے مانگے۔ میں نے کہا اے راہب کچھ لا کہ آج تیری باری ہے اپنے مجاہدہ کا پھل دکھلا۔ اس نے بھی اپنا سر زمین پہ رکھا اور کچھ کہا تو ایک طبق ظاہر ہوا جس میں چار روٹیاں اور چار پیالے پانی کے موجود تھے۔ مجھے اس پر سخت تعجب ہوا اور اپنے گزشتہ ایام کی یاد میں رنجیدہ ہو کر فیصلہ کر بیٹھا کہ مجھے یہ کھانا نہیں چاہیئے اس لیئے کہ کافر کے لئے آیا ہے۔ اگر میں اس سے کھاؤں تو اس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں کافر سے مدد لوں۔

راہب کہنے لگا ابراہیم کھاؤ! میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ تو اس امر کا اہل نہیں اور میں اسے کرامت نہیں مانتا اس لئے کہ کرامت تیرے حال سے بعید ہے مگر مجھے تعجب ضرور ہے اور میں فکر میں ہوں کہ اس کو میں کیا کہوں؟ اگر کرامت کہوں تو کافر سے کرامت محال ہے اور اگر معونت کہوں جو کافر کے ساتھ ہو سکتی ہے تو بھی مدعی کو شبہ ضرور ہوتا ہے۔ راہب کہنے لگا ابراہیم آپ نوش فرمائیں۔ میں آپ کو دو بشارتیں دیتا ہوں پہلے یہ کہ میں مسلمان ہوں اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ و اشھد ان محمّد

عبدہٗ و رسولہ ۔ دوسرے یہ کہ آپ کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں بہت بلند ہے۔ میں نے کہا وہ کیسے! کہنے لگا حضرت میرے پاس اس قسم کی کوئی قوت نہ تھی جو آپ نے دیکھی مگر میں نے آپ کے وسیلہ سے سر زمین پہ رکھا اور عرض کی الٰہی! اگر دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہے اور تیرا پسندیدہ ہے تو مجھے بھی دو روٹیاں اور دو پیالے پانی کے عطا فرمایا اور اگر ابراہیم خواص تیرا ولی ہے تو اس کی ولایت کے صدقے میں دو روٹیاں اور دو پیالے پانی عطا فرمایا تو جب میں نے سر اٹھایا تو یہ طبق میرے سامنے رکھا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم خواص نے یہ قصہ سنکر اس طبق سے تناول فرمایا اور وہ راہب اس کے بعد اسلامی مشائخ میں شمار ہوا۔ دراصل یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عین معجزہ ہے جو کرامتِ ولی کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔

پتھر جوہر بن گئے!

میں نے (علی بن عثمان جلابی) حضرت استاذ ابو القاسم امام قشیری سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار طائرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ آپ اپنا ابتدائی حال سنائیں، فرمایا ایک وقت مجھ پہ وہ تھا کہ مجھے ایک پتھر کی ضرورت تھی اور خانہ سرخس میں جو پتھر میں نے اٹھایا وہی جوہر بن گیا میں نے اسے پھینک دیا۔ یہ اس لئے نہیں کہ ان کی نظر میں جوہر اور پتھر یکساں تھے بلکہ اس لئے کہ انہیں پتھر کی ضرورت جو درکار نہ تھا۔

سارا درخت زرّیں ہو گیا

میں (علی بن عثمان جلابی) نے حضرت خواجہ امام خزرمی سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں سرخس میں لڑکوں کی عمر کا تھا کہ فریز کے لئے شہتوت کے درخت کے پتے جھاڑنے کو ایک محلہ میں گیا، پتے جھاڑ رہا تھا کہ شیخ ابو الفضل بن حسین اس کوچے سے گزرے۔ میں درخت پر تھا۔ آپ نے مجھے نہ دیکھا۔ میں نے ان کی طرف سے کوئی شک نہ کیا بلکہ میں نے اس امر پہ یقین کر لیا کہ وہ از خود غائب اور بہ دل بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہیں اور اس حال میں خوش ہیں کہ یکایک آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا الٰہی! ایک سال سے زائد ہو گیا ہے تو نے مجھے ایک دانگ بھی نہ دیا

کہ سر کے بال تو درست کرالیتا۔ کیا اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ امام خرزی فرماتے ہیں کہ اسی وقت شہتوت کے تمام پتے اور ڈالیاں، تنا اور جڑ سب زریں ہو گئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا تعجب ہے کہ آپ کی بارگاہ میں کنایہ کرنا بھی موجب اعراض ہے۔ مقصد تو میرا یہ تھا کہ کشائش قلب کے لئے کوئی نعمت ملے اور ظاہر یہ فرمایا۔ بیشک آپ کے حضور میں زبان ہلانا بھی جرم ہے۔

چار ہزار دینار دریا میں پھینک دیئے

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے چار ہزار دینار دریائے دجلہ میں پھینک دئے۔ لوگوں نے کہا شبلی! کیا کر رہے ہو؟ فرمایا پتھروں کو پانی میں رہنا ہی بہتر ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! بہتر تھا کہ دینار دریا میں پھینکنے کی بجائے لوگوں کو دے دیتے تو فرمایا تم لوگ بھی خوب ہو۔ میں اپنے رب سے یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل سے حجاب اٹھ جائے اور اس حجاب کو اپنے بھائی مسلمان پر ڈال دوں۔ یہ شرطِ دیانت نہیں کہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند کروں جو اپنے لئے بلا تر جان رہا ہوں۔

یہ علامت صحتِ حال کی ہے نہ کہ سُکر کی

حضرت ابوبکر وراق ترمذی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد بن علی نے مجھے فرمایا۔ ابوبکر وراق ہم تجھے ایک جگہ لے جائیں گے۔ میں نے عرض کی میں جہاں حکم ہو وہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت محمد بن علی کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک جنگل نظر آیا جو نہایت دشوار گذار تھا اور اس کے اندر ایک زریں تخت بچھا ہوا تھا۔ ایک سبز درخت کے نیچے ایک چشمہ جاری تھا۔ وہاں ایک بزرگ نہایت اعلیٰ لباس پہنے ہوئے تشریف فرما تھے۔

جب حضرت محمد بن علی ان کے نزدیک پہنچے تو وہ بزرگ اٹھے اور آپ کو اس تخت پر بٹھا لیا۔ چنداں بعد ہر طرف سے لوگ آنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ چالیس آدمی اسی جگہ جمع ہو گئے۔ پھر ان بزرگ نے جو زریں تخت پر بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھا۔ یکایک کھانا

پینے کی چیزیں آگئیں۔ ہم سب نے انہیں کھایا۔ پھر حضرت محمد بن علی ترمذی نے ان سے کوئی سوال کیا۔ انہوں نے بہت تفصیل سے اس کا جواب دیا مگر میں ان کی گفتگو کو نہ سمجھ سکا اس کے بعد سب نے اجازت لی اور رخصت ہوئے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ تو بھی جا۔ اب تو نیک اور سعید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ترمذ سے واپس آئے تو میں نے حضرت محمد بن علی ترمذی سے دریافت کیا کہ حضورؐ وہ کونسا مقام تھا اور تخت پر جو بزرگ تھے کون تھے؟ فرمایا وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔ میں نے عرض کی حضورؐ اتنی سی مدت میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ گئے؟ فرمایا اے ابوبکر! تجھے پہنچنے سے کام تھا پوچھنے سے غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ علامت صحتِ حال کی ہے نہ کہ سُکر کی۔

شیرخوار بچہ گہوارے میں بول اُٹھا

حضرت ابوہریرہ نے حضورؑ علیہ السلام سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس سے تین بچوں کا ایامِ رضاعت میں گویا ہونا ثابت ہے ان میں سے پہلے حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام تھے اور دوسرا بنی اسرائیل کا ایک راہب جریج تھا۔ اس کی والدہ ایک گہوارہ رکھتی تھی، ایک دن اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی۔ جریج اپنے صومعہ میں مصروف نماز تھے۔ دروازہ نہ کھولا، دوسرے روز پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن بھی صومعہ نہ کھلا۔ چوتھے روز آئیں تو پھر بھی وہ صومعہ وا نہ ہوا تو ان کی والدہ نے تنگ آکر کہا الٰہی اسے رسوا کر میرا بیٹا ہو کر میرے حقِ مادریت کی پروا نہیں کرتا یعنی میرے حق کے معاملہ میں اس کی گرفت کر۔ اس زمانہ میں ایک بدچلن عورت تھی اس نے کسی گروہ سے وعدہ کیا کہ میں جریج کو گمراہ کروں گی چنانچہ وہ صومعہ یعنی عبادت خانہ جریج میں داخل ہو گئی مگر جریج نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ کیا۔

آخر اس نے چرواہے کے ساتھ حرام کیا اور حاملہ ہو گئی۔ جب بیٹا ہوا تو اس نے کہہ دیا کہ یہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگوں نے جریج پر انبوہ کثیر کے ساتھ دھاوا بول دیا حتی کہ انہیں گرفتار کر کے عدالتِ سلطان میں پیش کر دیا۔ جب پیشی ہوئی تو جریج نے اس کے گود والے بچے سے فرمایا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ وہ شیرخوار بچہ مہدِ مادر میں گویا ہوا اے جریج میری والدہ تجھ پر اتہام

اور بہتان لگا رہی ہے، میرا باپ ایک چرواہا ہے۔

پتھر خدمت گزار بن گیا

روایت ہے کہ حضرت زایدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زایدہ میرے پاس دیر دیر سے کیوں آتی ہے، میں تو تجھے شفقت و محبت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ زایدہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آج میں ایک عجیب و غریب بات لے کر آئی ہوں، حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا ہے؟ زائدہ نے عرض کی حضور میں نے ایک لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر ایک پتھر پر رکھا کہ اسے اٹھاؤں۔ دریں اثنا میں نے ایک سوار دیکھا جو آسمان سے زمین پر آیا اور مجھے سلام کر کے کہنے لگا کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کیجئے اور کہئے کہ رضوان خازنِ بہشت نے سلام عرض کیا ہے اور بشارت دی ہے کہ بہشتِ بریں آپ کی امت کے لئے تین طرح سے تقسیم ہوا ہے۔ ایک تو اس گروہ کے لئے جو بلا حساب و کتاب داخلِ جنت ہوگا، دوسرا حصہ اس گروہ کا ہے جو آسان حساب و کتاب سے جنت میں داخل ہوگا، تیسرا گروہ وہ ہے جو حضور کی شفاعت سے داخلِ جنت ہوگا، یہ کہا اور آسمان کی طرف چلا گیا۔

مجھ سے یہ گفتگو اس نے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہ کر کی، پھر اس نے مجھے اس حال میں پایا کہ میں وہ گٹھا پتھر سے اٹھا نہ سکی۔ اس سوار نے آواز دی اے زایدہ گٹھا پتھر پر ہی پڑا رہنے دے اور پتھر کو کہا اے پتھر! یہ گٹھا حضرتِ عمر تک لے جا، پتھر وہ گٹھا حضرتِ عمر کے گھر لے آیا۔

یہ سنکر حضور علیہ السلام کھڑے ہوگئے اور صحابہ کے ہمراہ حضرت سیدنا عمر کے گھر گئے اس پتھر کے آنے کا اثر راہ میں ملاحظہ فرمایا اور پتھر کو بھی دیکھا اور فرمایا الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا سے باہر نہیں رکھا اگر ایسا ہوتا تو رضوان میری امت کو بشارت نہ دیتا اور میری امت سے کسی کو درجۂ مریم علیہا السلام تک نہ پہنچاتا۔

دریا سے گزرے مگر پاؤں نہ بھیگے

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علا ربن حضرمی کو کسی غزوہ میں بھیجا۔ راستہ میں دریا پڑتا تھا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو سطحِ آب پر قدم رکھ کر پار ہو گئے اور آپ کے قدم مبارک تر نہ ہو سکے۔

شیر تابعِ فرمان ہو گیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ جنگل میں جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ جماعت ایک جگہ رکی ہوئی تھی یعنی ایک شیر نے ان کا راستہ روک رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے آگے بڑھ کر فرمایا اے کتے اگر تو بحکمِ الٰہی راستہ روکے کھڑا ہے تو کھڑا رہ، ورنہ ہٹ جا اور ہمیں راستہ دے تاکہ ہم گزر جائیں۔ وہ شیر دُم ہلانے لگا اور راہ سے ہٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ حفاظت کے سامان پیدا کرتا ہے

ایک دفعہ ایک نوجوان مدینہ منورہ آیا تاکہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرے۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ اس خراب خانے سے اپنی جان کو بے خبر کئے ہوئے ہیں۔ وہ نوجوان خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو زمین پر اپنا دِرّہ سر کے نیچے رکھ کر سوتے پایا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ اے عجمی! اس جہان میں تمام فتنہ اس شخص کا کھڑا کیا ہوا ہے اب اس کا قتل آسان ہے، یہ کہکر اس نے تلوار سونتی تو اچانک دو شیر ظاہر ہوئے جو اس جوان کی طرف تیزی سے جھپٹ رہے تھے۔ جوان نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا۔ اس کی فریاد سن کر حضرت سیدنا فاروقِ اعظم بیدار ہو گئے۔ آپ نے اس سے حال دریافت کیا تو اس نے ساری سرگذشت سنادی اور حضرت فاروقِ اعظم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

زہر بے اثر ثابت ہوا

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت سیدنا خالد بن ولید سوادِ عراق میں اسلامی لشکر کی کمان کر رہے تھے۔ بادشاہ کی طرف ایک پہلوان کچھ تحائف لے کر حاضر ہوا۔ ان تحائف میں ایک شیشی زہر کی بھی تھی۔ تحفہ لانے والے نے کہا یہ زہر اس قدر سخت ہے کہ اگر آپ اس شیشی سے ڈھکنا اٹھا دیں تو اس کے اثر سے بہت سے آدمی بے ہوش ہو جائیں۔ حضرت خالد بن ولید نے اس کی بات سنی تو شیشی کا ڈھکنا اتار کر بسم اللہ شریف پڑھ کر زہر پی گئے۔ آپ کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا، لوگ متحیر ہو گئے اور اکثر راہِ راست پر آ گئے۔

خزف ریزے اور پتھر سونا بن گئے

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ چند سیاہ فام مردانِ خدا جنگل میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن میں نے ان کے لئے بازار سے کچھ خریدا اور ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے کہا کیا چیز ہے؟ میں نے کہا حضرت یہ کچھ کھانا ہے آپ کے لئے لایا ہوں۔ اس کے پیش نظر کہ شاید آپ کو اس کی ضرورت ہو، وہ بزرگ میری طرف اشارہ کر کے مسکرائے۔ دریں اثنا میں نے جنگل کی طرف دیکھا تو وہاں کے تمام خزف ریزے اور پتھر سونا بن چکے تھے۔ میں شرمندہ ہوا اور جو کچھ لے گیا تھا وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

مطیعِ خدا مطاعِ خلق

حضرت ابراہیم ادہم فرماتے ہیں کہ میں ایک چرواہے کے پاس سے گزرا اور اس سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا یہاں تو دودھ ہی دودھ ہے پانی کہاں سے لائے! میں نے کہا مجھے تو پانی ہی چاہیے۔ اس پر اس چرواہے نے اپنا عصا پتھر پہ دے مارا۔ پتھر سے چشمہ جاری ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ چرواہے نے مجھے ورطۂ حیرت میں دیکھا تو کہا تعجب نہ کر، جب بندہ اپنے رب کا فرمانبردار ہو جاتا ہے تو دنیا اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔

قوّتِ اخلاص کی برکت

حضرت ابوسعید خزاز فرماتے ہیں کہ میں عادتاً تین روز بعد ایک وقت کا کھانا کھاتا تھا۔ ایک دن جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ مجھے کچھ ضعف محسوس ہوا۔ طبیعت نے کھانا مانگا لیکن کھانا نہ مل سکا۔ میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ غیب سے آواز آئی اے ابوسعید! نفس کو آرام دینے کے لئے کھانا چاہتا ہے۔ کھانے سے اپنی جسمانی سستی دور کرنا چاہتا ہے۔ میں نے جواب دیا الٰہی میں چلنے پھرنے کی قوت چاہتا ہوں۔ فوراً مجھ میں ایسی قوت آئی کہ بارہ منزل تک بغیر بھوک و پیاس کے چلتا گیا۔

مچھلیاں موتی مُنہ میں لئے کر سطحِ آب پر آگئیں

حضرتِ ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر مصر سے جدہ شریف روانہ ہوا۔ ہمارے ساتھ ایک جوان خرقہ پوش بھی کشتی میں سوار ہوا تھا۔ میرے دل میں اس کے پاس بیٹھنے کی خواہش پیدا ہوگئی مگر اس کی ہیبت اور رعب وجلال کی وجہ سے مجالست کی ہمت نہ پڑتی تھی، اسی وجہ سے میں اس کے ساتھ کلام بھی نہ کر سکا۔ اس کی ایک ساعت بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ تھی۔ ایک روز کشتی میں سوار لوگوں میں سے کسی کا ایک قیمتی جوہر تھیلی سے گم ہوگیا۔ تھیلی والے نے اس جوہر کا الزام اس نوجوان خرقہ پوش کے سر لگا دیا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ میں نے اسے اور اہلِ کشتی کو روکا اور اس بہلنے سے اس جوان کے پاس بیٹھ گیا۔ سلسلۂ گفتگو چل نکلا۔ جب میں نے لوگوں کی بدگمانی اس پر ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان ہے کہ موتی آپ نے چرایا ہے تو اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہا۔ میں نے دیکھا کہ سمندر کی تمام مچھلیاں سطحِ آب پر نمودار ہوگئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک چمکدار جوہر تھا۔ اس نوجوان نے ایک جوہر لیکر مدعی کو دے دیا۔ اس کا یہ کمال دیکھ کر سب کشتی والے اظہارِ عقیدت کرنے لگے تو اس نوجوان نے کشتی سے پاؤں نکال کر دریا میں ڈال دیا اور سطحِ آب پر چلنے لگا۔ اصل میں جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے تھا اس نے فوراً جوہر نکالا اور مالک کو دے دیا۔ اس پر اہلِ کشتی نادم و شرمندہ ہوگئے۔

اصلاحِ احوالِ باطن کی برکت

حضرت ابراہیم دقیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابتدائی عمر میں حضرت مسلم مغربی کی زیارت کی خواہش کی جب میں ان کی مسجد میں آیا تو وہ امام کے فرائض ادا کر رہے تھے اور سورۂ فاتحہ غلط پڑھ رہے تھے مجھے اس پر ملال ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ محنت ضائع ہو گئی۔ رات میں نے وہیں گذاری صبح بغرضِ غسل فرات کے کنارے پر گیا تو راستے میں ایک شیر کو سوتے ہوئے دیکھا میں اسے دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اس نے میرا تعاقب کیا۔ میں آوازیں دیتے دیتے عاجز آ گیا تو حضرت مسلم مغربی اپنے حجرے سے نکلے تو شیر انہیں دیکھ کر دُم ہلانے لگا۔ آپ نے اس کا کان پکڑا اور فرمایا اے خدا کے کتے! میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میرے مہمانوں کو نہ چھیڑا کرو۔ پھر ابراہیم دقیؒ سے مخاطب ہونے لگے اے ابو اسحٰق! تم لوگوں کا ظاہر درست کرنے میں مشغول ہو اس لئے مخلوقاتِ الٰہی سے خوفزدہ ہو اور ہم مخلوق کے احوالِ باطنیہ کی اصلاح کرتے ہیں اس لئے خلقتِ خدا ہم سے ڈرتی رہتی ہے۔

حرص و ہوا سے پاک ہر آلائش سے پاک

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے مرشد حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی بیت الجن دمشق کا قصد فرما رہے تھے کہ بارش کی وجہ سے کیچڑ بہت زیادہ ہو گیا جس میں چلنا مشکل تھا اور مجھ سے اس میں چلنے کی بالکل ہمت نہ تھی۔ میں نے اپنے شیخ کو دیکھا کہ ان کے کپڑے اور نعلین مبارک بالکل خشک اور صاف تھے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ کے نعلین اور کپڑے بالکل خشک ہیں آخر کیا وجہ ہے؟ فرمایا چونکہ میں نے اپنی ہمت توکل کی راہ سے اٹھالی ہے اور دل کو حرص و ہوا سے صاف کر لیا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے ہر قسم کے غل وغش (آلائش) اور کیچڑ سے محفوظ کر لیا ہے۔

ستون باتیں کرنے لگا

مجھ (علی بن عثمان جلابی) کو ایک دفعہ کسی مسئلہ میں بہت مشکل پیش آئی جو باوجود کوششِ تامہ

کے حل نہ ہو سکی۔ اس ضمن میں مَیں نے حضرت ابوالقاسم گرگانی کی زیارت کے لئے طوس جانے کا عزم کیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے گھر کی مسجد میں تنہا تشریف فرما تھے اور میری اس مشکل کا تذکرہ مسجد کے ستون سے کر رہے تھے۔ میں چپکے سے کھڑا اپنی مشکل کا حل اور معاملہ کا جواب پا رہا تھا۔ آخر میں آگے بڑھا اور عرض کی حضور یہ گفتگو کس سے فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس ستون کو اللہ تعالےٰ نے گویا کر دیا تھا تاکہ یہ مجھ سے سوال کرے۔

صفائِ معاملت سفید کبوتر کی شکل میں

ایک بار میں (علی بن عثمان جلابی) تربت شیخ ابوسعید پر تنہا حاضر تھا دیکھا کہ ایک سفید کبوتر آیا اور زیرِ غلاف جا کر غائب ہو گیا۔ میں نے غلاف ہٹا کر دیکھا تو وہ غائب تھا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ میں تعجب میں پڑ گیا اور کہا آخر یہ راز کیا ہے؟ آخر ایک رات میں نے حضرت ابوسعید کو خواب میں دیکھا اور اس کبوتر سے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا یہ کبوتر ہمارا صفائِ معاملت ہے جو ہر روز ہماری قبر پہ آتا ہے۔

معراجِ بایزید بسطامی

حضرت بایزید بسطامی جو محبوبِ زمانہ ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرا سِر آسمان پر لے گئے تو اس نے کسی چیز کی طرف نگاہ نہ کی۔ اسے بہشت و دوزخ دکھائے گئے تو اس نے کسی چیز کو بھی نہ دیکھا جب اسے مکتومات اور حجابات سے عبور کر کے دیکھا تو میں ایک مرغ نما پرندہ بن گیا جس کا جسم احدیت تھا اور پر و بال دیمومیت سے بھتے۔ میں اڑتا رہا حتیٰ کہ ہوائے ہویت سے گزرتا ہوا میدانِ ازلیت میں پہنچکر مشرف ہوا۔ وہاں درختِ احدیّت تھا جسے میں نے دیکھا تو مجھے سب کچھ اپنا آپ ہی نظر آیا۔ تب میں نے عرض کی الٰہی تو سب کے ساتھ ہے مگر مجھے تجھ تک پہنچنے کی راہ نہیں ملتی۔ اب حال یہ ہے کہ مجھے اپنی خودی سے گزرنا ممکن نہیں اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ فرمانِ الٰہی آیا اے بایزید تیری غلامی تجھی سے ہے۔ تو میرے دوست کی متابعت میں رہ اور اس کی خاکِ قدم کا سرمہ آنکھوں میں ڈال اور اس کی اطاعت پر مداومت کر۔

حضوریٔ خاص

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ زمین و آسمان والے میری حیرت پر روتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں ان کی آرزو سے عنایت پر روتا ہوں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں ان سے باخبر ہوتا ہوں نہ اپنے آپ سے۔ اور یہ درجۂ کمال کی طرف اشارہ ہے اور یہی حضوریٔ خاص ہے۔

طہارت سے متعلق حکایات

۱۔ حضرت ابراہیم خواص کا ذکر ہے انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالےٰ سے دنیا میں ابدی عمر چاہتا ہوں تاکہ جب تمام مخلوق دنیاوی نعمتوں میں مشغول ہو کر حق تعالےٰ کو بھلائے تو میں آدابِ شریعت کی حفاظت کروں اور یادِ حق میں رہوں۔

۲۔ کہتے ہیں حضرت ابوطاہر حرمی چالیس سال تک مکہ معظمہ میں رہے مگر آپ نے ارضِ حرم میں طہارت نہ کی۔ جب آپ کو حاجت ہوتی تو حدودِ حرم سے باہر چلے جاتے اور فرماتے جس زمین کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔ میں اس پر منفصل پانی ڈالنا مکروہ سمجھتا ہوں۔

۳۔ حضرت ابراہیم خواص سے متعلق روایت ہے کہ آپ جامع مسجد رَے میں مرضِ اسہال میں مبتلا ہوئے تو چوبیس گھنٹوں میں ساٹھ بار غسل فرماتے رہے، آخر اسی حالت میں رحلت فرما گئے۔

۴۔ حضرت ابوعلی رودباری طہارت کے معاملہ میں وسواس و توہم کے مریض تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں صبح دریا پر گیا اور طلوعِ آفتاب تک اسی میں نہاتا رہا۔ آخر میں کبیدہ خاطر ہوگیا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے معبودِ دوجہاں! عافیت عافیت، ہاتفِ غیبی نے دریا سے جواب دیا اے ابوعلی! عافیت تو علم میں ہے۔

۵۔ حضرت سفیان ثوری سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نماز کے لئے ساٹھ بار طہارت کی اور آپ کو اسی حالت میں پیغامِ اجل آگیا۔ آپ نے عرض کی الٰہی! میں حکمِ موت آنے تک باطہارت ہوں۔

۶۔ حضرتِ شبلی کے واقعات میں ہے کہ آپ ایک روز مسجد میں جانے کے لئے طہارت کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی اے شبلی! ظاہری طہارت تو کرلی ہے، باطنی طہارت کہاں ہے؟ آپ واپس تشریف لائے اور تمام جائداد اور مال و دولت راہِ خدا میں لٹا دیا اور ایک سال تک ایک ہی کپڑا زیبِ تن رکھا پھر جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جنید نے کہا اے ابوبکر شبلی! جو طہارت تو نے اختیار کی ہے وہ بہت مفید ہے، اللہ تعالٰی تمہیں ہمیشہ با طہارت رکھے۔

چنانچہ حضرتِ شبلی وقتِ رحلت تک کبھی بے طہارت نہ رہے۔ جب وقتِ انتقال آیا تو آپ کی طہارت نہ رہی۔ ایک مرید کو اشارہ کیا کہ مجھے طہارت کراؤ۔ مرید نے حکم کی تعمیل کی مگر ریشِ مبارک میں خلال کرنا بھول گیا۔ اس وقت آپ میں کلام کرنے کی سکت باقی نہ تھی۔ آپ نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے خلال کیا۔ ان سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے کوئی رات بے طہارت نہیں گزاری۔ اگر سہواً طہارت یاد نہ رہی تو انہیں ان کے باطن نے یاد کرایا۔

۷۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ جب میرے دل سے اندیشہ دنیا گذرتا ہے تو میں طہارت کر لیتا ہوں اور جب اندیشۂ عاقبت گذرتا ہے تو غسل کر لیتا ہوں اس لئے کہ دنیا محدث ہے اور اس کا اندیشہ حدث ہے اور عقبیٰ محلِ غیبت و آرام ہے اور اس کا اندیشہ جنابت ہے اس لئے حدث سے طہارت واجب ہے اور جنابت سے غسل واجب ہے۔

نماز سے متعلق حکایات

۱۔ کہتے ہیں حسین بن منصور حلاج رات دن میں چار سو رکعت نوافل فرائضِ مقررہ کی طرح ادا کرتے۔ لوگوں نے عرض کی حضور اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ آپ تو مقربِ خاص ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمام راحت تمہارے حال میں ہے اور جو فانی الصفت ہو گیا ہو۔ اس پر رنج و راحت کا کچھ حصہ اثر نہیں ہوتا۔ کاہلی اور سستی کا نام کمال نہیں اور عرض کو طلب کہنا صحیح نہیں۔

۲۔ حضرت جنید بغدادی جب ضعیف ہوئے تو جوانی کے اوراد میں سے ایک ورد بھی ترک نہ کیا لوگوں نے عرض کی حضور آپ ضعیف ہو گئے ہیں لہٰذا بعض عبادات نافلہ ترک کر دیجئے فرمایا جو چیزیں ابتداء میں اللہ تعالٰے کے فضل سے میں نے حاصل کیں محال ہے کہ انتہا میں

انہیں چھوڑ دو۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں مجھے یاد ہے کہ میں نے بچپن کے زمانے میں ایک عورت عابدہ کو دیکھا کہ نماز میں اس کے جسم پر بچھو نے چالیس جگہ پر ڈس لیا مگر اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو میں نے کہا اماں جان آپ نے اسے دور کیوں نہ کیا؟ وہ فرمانے لگیں صاحبزادے تم بچے ہو، تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے کام میں اپنا کام کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ حضرت ابوالخیر اقطع کے پاؤں پر گوشت خور پھوڑا نکل آیا۔ طبیبوں نے پاؤں کٹوا دینے کی تجویز پیش کی۔ آپ نے منظور نہ کیا۔ مریدوں نے کہا جب شیخ نماز میں ہوں تو ان کا پاؤں کاٹ دیا جائے اس لئے کہ اس حال میں آپ کو اپنی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا پاؤں کٹا ہوا پایا۔

۵۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نماز میں قرارت ہلکی آواز سے کرتے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بلند آواز سے۔ حضور علیہ السلام نے دونوں سے اس کا سبب پوچھا تو صدیقِ اکبر نے عرض کی حضور! جس کے حضور میں مناجات کرتا ہوں وہ سننے والا ہے۔ حضرتِ عمر نے عرض کی حضور! میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے صدیق! تم کچھ اونچی آواز سے پڑھا کرو اور اے عمر! تم کچھ ہلکی آواز سے پڑھا کرو۔

محبت کے بارے میں

حضرت عمر بن عثمان مکی نے محبت کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دل کو جسم سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور مقامِ قرب میں رکھا اور جانوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرما کر درجۂ وصل میں رکھ کر ہر روز تین سو ساٹھ بار ان پر ظہورِ جمال فرمایا اور انہیں تین سو ساٹھ بار نظر سے سرفراز فرمایا اور کلمۂ محبت اسے سنایا۔ پھر اس پر تین سو ساٹھ لطائف

انس ظاہر و منکشف کئے حتیٰ کہ کائنات پر نگاہ ڈال کر فیصلہ کیا کہ اپنے سے زیادہ کسی کو اس کا اہل نہ پایا تو اس میں فخر و غرور پیدا ہوا تو اللہ تعالےٰ نے ان سب کا امتحان فرمایا، سر کو جان میں مقیّد کیا، جان کو دل میں اور دل کو تن میں رکھ کر عقل سے مرکب کیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، اپنے احکام بھیجے تو ہر ایک اپنے اپنے مکان میں اس کا متلاشی ہوا۔ حق تعالےٰ نے انہیں نماز کا حکم فرمایا تاکہ جسم نماز میں ہو، دل محبت میں ہو، جان قربت میں ہو اور سر وصل میں ہو۔ غرض محبت حال ہے اور حال قال میں نہیں آ سکتا

ع محبت معنی دارد کہ در گفتن نہ آید

زکوٰۃ سے متعلق حکایت

ایک ظاہری عالم بطورِ امتحان حضرت ابوبکر شبلی سے سوال کرنے آیا کہ زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب بندہ بخل کا شکار رہو اور مال و دولت جمع ہو جائیں تو دو سَو درم چاندی سے پانچ درم دینا چاہئے اور بیس دینار طلائی سے آدھا دینار۔ یہ تو تیرے مذہب کا مسئلہ ہے اور میرے مذہب میں تو کچھ رکھنا ہی نہیں چاہئے تاکہ زکوٰۃ سے بچا رہے۔ عالم نے کہا اس مسئلہ میں آپ کا امام کون ہے؟ شبلی نے فرمایا ابوبکر صدیق اس مسئلے میں میرے امام ہیں کیونکہ ان کے پاس جو کچھ تھا سب اللہ کی راہ میں دے دیا اور جب سیدِ عالم نے فرمایا "تو نے اپنے عیال کے لئے کیا چھوڑا؟" تو آپ نے عرض کی ؎

صدیق کے لئے ہیں خدا[۱] رسول بس

---

[۱] میں نے علامہ کے مصرعہ میں اس لئے تغیر کی ہے کہ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اصل الفاظ اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ کی مطابقت ہو جائے ۱۲

ناظم

جود و سخا

حضرت سہل بن عبداللہ نے فرمایا صوفی وہ ہے کہ اس کا خون معاف ہو اور اس کا ملک مباح ہو۔

۱۔ شیخ ابومسلم فارسی سے میں (علی بن عثمان جلابی) نے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے ایک جماعت سے مل کر حجاز کا ارادہ کیا اور نواحِ حلوان میں کرد قوم نے ہمارا راستہ روک لیا اور ہمارے تمام کپڑے چھین لئے۔ ہم نے ان سے مقابلہ نہ کیا اور سوچا کہ اگر ہم مقابلہ نہ کریں گے تو یہ ہم سے خوش ہوں گے۔ ہمارے ساتھیوں میں ایک شخص بہت بے قرار تھا۔ کرد نے اس پر تلوار سونتی اور اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ ہم سب نے اس کرد سے سفارش کی۔ کرد نے کہا میں اسے کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ جھوٹا ہے میں اسے ضرور قتل کروں گا۔ ہم نے کرد سے پوچھا یہ کیسے جھوٹا ہے؟ کرد نے کہا یہ صوفی نہیں ہے اور صوفیوں میں رہ کر خیانت کرتا ہے۔ ایسے آدمی کو نابود کرنا ہی لازمی ہے۔ ہم نے کہا اسے آپ نے صوفی کیسے نہیں مانا؟ کرد نے کہا صوفی ہیں مردوں کا خاصہ جود و سخا ہے۔ اس کے لباس پر چند چیتھڑے اور پیوند ہیں، یہ اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ یہ کیونکہ صوفی ہو سکتا ہے؟ ہم مدتوں سے صوفیوں کو لوٹ رہے ہیں اور تعلقات منقطع کر رہے ہیں لیکن تم میں سے کسی نے آج تک حلال نہیں کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ایک جماعت کی چراگاہ میں پہنچے تو وہاں ایک حبشی غلام کو دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ اس کے پاس ایک کتا آکر بیٹھ گیا۔ اس نے روٹی نکالی اور کتے کے آگے ڈال دی۔ کتے نے دم ہلا کر بارِ دیگر روٹی طلب کی۔ حبشی نے دوسری روٹی بھی اس کے آگے ڈال دی، پھر تیسری کا بھی ایثار کر دیا۔

میں اس غلام کے پاس گیا اور کہا اے غلام! تیرا روزانہ کا کھانا کتنا ہوتا ہے اس نے جواب دیا اتنا ہی ہوتا ہے جو تم نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو نے کتے کو کیوں دے دیا۔ غلام نے کہا اس لئے دے دیا کہ یہاں کتے نہیں اور یہ کتا بڑی محنت سے کہیں دور سے آیا ہے لہذا مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ اس کی محنت ضائع کر دوں۔ مجھے (عبداللہ بن جعفر) یہ بات پسند آئی۔ میں نے وہ چراگاہ بکریاں اور غلام خرید کر غلام کو آزاد کر دیا اور چراگاہ اور بکریاں اسے دے دیں۔

غلام نے مجھے دعا دی۔ پھر بکریاں صدقہ کر دیں اور چراگاہ کی زمین وقف کر کے خود کہیں چلا گیا۔

۳۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازے پر ایک سائل آیا اور سوال کیا اے ابن رسول! چار سو درہم مجھ پر قرض ہیں۔ حضرت امام نے اسے چار سو درہم عطا فرمائے اور گھر میں روتے ہوئے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے گریہ و زاری کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے اس سائل سے دریافت کرنے میں غلطی کی جس کی وجہ سے اسے سوال کرنا پڑا۔

۴۔ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شاہِ حبشہ نے دو من مشک ارسال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کا سب پانی میں ملا کر اپنے صحابہ کے کپڑوں پر مَل دیا۔

۵۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی تھی وہ بکریوں سے بھر کر اسے عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم میں آیا اور بلند آواز سے پکارا اے میری قوم! جلد دولتِ اسلام سے مالا مال ہو جاؤ۔ محمدِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بخشش کرتے ہیں کہ انہیں اپنی دُرویشی اور مفلسی کا بھی خیال نہیں ہے۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہزار درہم پیش کئے گئے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں کملی مبارک میں ڈالا اور وہاں سے جب اُٹھے تو سب تقسیم ہو چکے تھے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بھوک کی وجہ سے شکمِ اقدس پر پتھر بندھا ہوا تھا ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

؎
نہ رفتہ "لا" بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

روزہ

حضرت شیخ ابو نصر سراج جن کا لقب طاؤس الفقراء ہے ایک دفعہ رمضان المبارک کے

مہینے میں بغداد گئے۔ آپ کو مسجدِ شونیزیہ میں ایک حجرہ دیا گیا اور درویشوں کی امامت کے فرائض تفویض کئے گئے۔ آپ عید کے دن تک ان کی امامت فرماتے رہے۔ آپ تراویح میں پانچ قرآنِ کریم روزانہ ختم فرماتے۔ آپ کے پاس ہر روز ایک خادم حاضر ہوتا اور حجرے کے پاس ایک روٹی کو رکھ جاتا۔ جب عید کا دن آتا تو وہ خادم آپ کے پاس آیا اور دیکھا کہ تیس روٹیاں ویسی ہی رکھی ہیں۔

۲۔ حضرت ابراہیم ادہم کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے رمضان میں شروع سے لے کر آخر تک کچھ نہ کھایا۔ گرمی کا مہینہ تھا۔ آپ اس گرمی میں فصل کاٹتے اور جو مزدوری ملتی، فقراء و مساکین میں بانٹ دیتے نیز تمام شب طلوعِ آفتاب تک نوافل میں مشغول رہتے۔ ایک روز آپ کی نگرانی کی گئی تو پتہ چلا کہ آپ نے شب بھر کچھ کھایا ہے نہ آرام کیا ہے۔

احساسِ ضیاعِ وقت

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو دیکھا جو موقف میں خاموش کھڑا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ سب لوگ دعا مانگ رہے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے انفعالی کیفیت میں کھڑا تھا۔ میں نے کہا اے جوان تو بھی دعا کر! اس نے کہا مجھے اس امر کا ڈر ہے کہ جو وقت مجھے میسر ہوا وہ جاتا رہا ہے اب کس منہ سے دعا کروں! میں نے کہا دعا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ تجھے اس جماعت کی برکت سے کامیاب و کامران کرے۔ حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہا تو اس کے منہ سے ایک نعرہ نکلا، نعرہ نکلتے ہی وہ جاں بحق ہو گیا۔

ایثارِ نفس

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں میں نے منیٰ میں ایک جوان کو دیکھا کہ آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور دیگر لوگ قربانیوں میں مشغول ہیں۔ میں اسے دیکھتا رہا کہ کیا کرتا ہے اور یہ ہے کون؟ اتنے میں وہ پکارا خدایا! سب خلقت قربانیوں میں مشغول ہے۔ میں بھی تیرے حضور میں اپنی جان قربان کرتا ہوں، یہ نذرانہ قبول فرما! یہ کہا اور انگشتِ سبابہ سے حلق کے

درمیان اشارہ کیا اور گر پڑا، میں نے دیکھا تو وہ مرچکا تھا۔

مشاہدہ

۱۔ حضرت بایزید بسطامی سے کسی نے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا چار سال۔ سائل نے کہا کس طرح؟ فرمایا ستر سال میں دنیا کے حجاب میں رہا اور چار سال سے مشاہدہ میں ہوں لہذا حجاب کے زمانہ کی عمر، عمر نہیں تھی۔

۲۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں روز میں مصر کے بازار میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک نوجوان کو پتھر مار رہے تھے۔ میں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ اسے سنگبار کیا جا رہا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ دیوانہ ہے۔ میں نے کہا اس پر جنوں کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ فی الواقع تو ایسا کہتا ہے یا تجھ پر لوگ اتہام طرازی کرتے ہیں۔ اس نے کہا لوگ ٹھیک کہتے ہیں، میں خدا کو دیکھتا ہوں اور اگر میں ایک لحظہ بھی جمال حق نہ دیکھ تو محجوب ہو جاتا ہوں اور پھر طاعت بھی بے کار ہوتی ہے لیکن اس شہر کے لوگ غلطی پر ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ دلوں کا دیکھنا اور مشاہدہ میں رہنا ایک ہی صورت ہے حالانکہ دل میں اس کا وہم یا ذکر یا فکر محض تشبیہ ہے اور گمراہی اسی کو کہتے ہیں اس لئے اللہ تعالے کسی اندازہ میں نہیں آسکتا اور اس کا وہم رکھنا بھی ایک اندازہ ہے اور وہ عقل اور وہم وگمان سے بالا اور جتنا وہ وہم میں آتا ہے یہ بھی وہم کی جنس ہے اور اگر وہ معقول ہو تو عقل کی جنس سے ہے اور اللہ تعالے جنسوں کا ہم جنس نہیں ہے

اے برتر از قیاس و گمان وخیال و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

صحبت کے آداب و احکام

۱۔ حضرت حارث محاسبی سے متعلق روایت ہے کہ آپ نے چالیس سال دیوار سے تکیہ نہ لگایا

آپ ہمیشہ دو زانو بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ حضورِ حق کے مشاہدہ میں بندوں کی طرح نہ بیٹھوں۔

۲۔ ایک دفعہ میں (علی بن عثمان جلابی) خراسان کے ایک قصبہ مکند میں گیا۔ وہاں ایک بزرگ تھے جنہیں ادیب مکندی کہتے تھے۔ اس قصبہ میں ان کی بزرگی وصلابت کا کافی شہرہ تھا۔ یہ بیس سال برابر قیام کی حالت میں رہے، سوائے تشہد کے نماز میں کبھی نہ بیٹھتے، ان سے میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ابھی میرا وہ درجہ نہیں کہ حضورِ حق کا مشاہدہ بیٹھ کر کروں۔

بلا صحبت مرید کا تنہا رہنا باعثِ ہلاکت ہے

حکایت ہے کہ حضرت جنید بغدادی کے ایک مرید کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ مرتبہ کمال کو پہنچ گیا ہے اور اب اس کے لئے صحبت کی بجائے تنہا رہنا بہتر ہے چنانچہ وہ گوشہ نشین ہوگیا اور صحبت ترک کر دی۔ جب رات ہوئی تو کوئی جماعت اونٹ لے کر وہاں آئی اور صوفی سے کہا تجھے بہشت میں جانا چاہئے۔ وہ یہ بشارت سنتے ہی اونٹ پر سوار ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ لوگ ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں باغ وبستان کی بہاریں تھیں۔ ہر طرف خوبصورت وخوش گل انسان نظر آتے تھے۔ عمدہ عمدہ اور لذیذ ونفیس کھانے چنے ہوئے تھے، نہریں بہ رہی تھیں۔ شب بھر وہ ایسے مناظر دیکھتا رہا۔ صبح ہوئی تو اپنے آپ کو اپنی ہی جگہ پہ پایا۔ چند روز تک ایسا ہی ہوتا رہا یہانتک کہ اس میں رعونتِ بشری پیدا ہوگئی اور غرورِ جوانی غالب آیا۔ آخرش اس نے لوگوں پہ اپنی کیفیت ظاہر کرنی شروع کر دی اور دعوئ ولایت کرنے لگا۔

یہ خبر جب لوگوں نے حضرت جنید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پہنچائی تو آپ اس کے حجرۂ عبادت میں تشریف لائے اور اس سے دریافتِ حال کیا۔ اس نے سب کیفیت عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا آج رات جب تو یہ حال دیکھے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تین بار پڑھ لینا۔ الغرض جب شام ہوئی اور اسے حسبِ معمول لے کر چلے تو اس کے دل میں حضرت جنید بغدادی کی تعلیم سے بدگمانی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد تجربہ کے خیال سے اس نے تین بار لاحول پڑھا تو وہ گروہ شور کرتا ہوا بھاگ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک مزبلہ پہ پایا جہاں گندگی وغلاظت کا ڈھیر تھا

یہ منظر دیکھ کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور تنہا بیٹھنے سے تائب ہو کر صحبتِ اولیاء میں حاضری دینے لگا۔

۴۔ ایک درویش کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کوفہ سے مکہ معظمہ کو جانے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں حضرت ابراہیم خواص سے ملاقات ہو گئی۔ میں ان کی صحبت میں رہنے کا خواستگار ہوا۔ آپ نے فرمایا صحبت کے لئے امیری اور فرمانبرداری چاہیئے تو کیا چاہتا ہے میں امیر بنوں یا فرمانبردار؟ میں نے عرض کی آپ امیر بنیں! آپ نے فرمایا تو پھر تو میرا فرمانبردار ہوگا۔ ایسا ہے تو میرے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ میں نے آپ کی بات تسلیم کر لی۔

جب ہم منزل پر پہنچے تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے کنوئیں سے پانی نکالا جو بہت ٹھنڈا تھا۔ آپ نے لکڑیاں جمع کیں، پانی گرم کیا، اور جب میں ارادہ کرتا کہ یہ کام میں کروں تو حکم ملتا کہ بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ جاتا اور شرطِ حکم بجا لاتا۔ شام ہوئی تو اتفاق سے سخت بارش ہوئی۔ آپ نے اپنی گودڑی مجھ پر ڈال دی اور صبح تک میرے سر پہ کھڑے رہے مجھے شرم آئی تھی مگر شرطِ صحبت کے تحت کچھ نہ کر سکتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کی اے شیخ! آج میں امیر بنتا ہوں۔ حضرت ابراہیم خواص مان گئے۔

جب ہم دوسری منزل پر پہنچے تو حضرت نے وہی خدمات اپنے ذمے لے لیں۔ میں نے عرض کی حضرت اب میں امیر ہوں میرا حکم مانئے! آپ نے فرمایا نافرمان وہ ہوتا ہے جو امیر کو اپنی خدمت کا حکم دے۔ ہم اسی عالم میں مکہ معظمہ پہنچ گئے، مجھ پر شرم و ندامت کا غلبہ تھا۔ میں آپ کی صحبت سے فرار ہو گیا۔ منیٰ میں حضرت نے مجھے دیکھ لیا۔ فرمایا بیٹا تجھے لازم ہے کہ درویشوں کے ساتھ ایسی مصاحبت کرے جیسی میں نے تیرے ساتھ کی۔

تو بازاری آدمی ہے

ایک دفعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی اپنے اصحاب کے ساتھ ریاضت کے لئے بیٹھے تھے دریں اثناء ایک مسافر وارد ہوا۔ انہوں نے اس کی مہمانداری میں خوب تکلف کیا۔ اس کے سامنے مختلف کھانے لائے مگر اس نے کسی اور چیز کی فرمائش کر دی۔ حضرت جنید نے فرمایا تجھے بازار جانا چاہیئے تو بازاری آدمی ہے صاحبِ مسجد و حجرہ نہیں۔

باچیاں کن یا چنیں

ایک دن میں (علی بن عثمان جلابی) نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ جناب ابن العلیٰ کی زیارت کے لئے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہائش رکھتے تھے۔ راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ سوچ کر چلو تاکہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں اور ہماری مشکل حل ہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ ان سے مناجاتِ حسین بن منصور سنوں۔ دوسرے نے سوچا مجھے مرضِ طحال ہے، یہ اچھی ہو جائے۔ تیسرے نے کہا مجھے جلوۂ صابونی چاہیئے۔

جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعارِ مناجاتِ ابنِ منصورؒ لکھے تھے، میرے آگے رکھ دئے اور دوسرے کی طحال پہ ہاتھ پھیرا، وہ جاتی رہی۔ تیسرے سے فرمایا 'حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیاء کا لباس پہننے والوں کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں۔ دو باتوں سے ایک بات اختیار کر۔

بھائیوں کی خیر خواہی

حکایت ہے کہ ایک مردِ خدا کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ الٰہی! میرے بھائیوں کو صالح بنادے۔ اسے لوگوں نے کہا اس مقام پر تو اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا اے بھائی جب ان میں جاؤں گا تو ان کی صالحیت سے مجھ پر بھی صالحیت کا رنگ آجائے گا اور اگر ان کی طبیعتوں میں فساد ہوا تو میں بھی مفسد بن جاؤں گا۔ جب صحبتِ صالحین میرا قاعدہ ہے تو میں بھی ان کی صحبت سے صالحیت اختیار کر لوں گا۔ اس لئے اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرتا ہوں تاکہ ان کے ذریعہ میرا مقصد حاصل ہو جائے۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے انسان کو سکون دل یاروں کی صحبت سے ہوتا ہے لہذا انسان جس گروہ میں رہے گا اس کی عادات و اطوار اس پر اثر انداز ہوں گے۔

خواب و بیداری

حضرت ابوبکر شبلی سے روایت ہے کہ آپ پانی میں نمک ملا کر اپنے پاس رکھ لیا کرتے تھے۔

اور جب غلبۂ خواب ہوتا تو سلائی بھر کر آنکھوں میں ڈال لیتے اور میں (علی بن عثمان جلابی) نے ایک مردِ خدا کو دیکھا کہ جب ادائے فرض سے فارغ ہوتا، سو جاتا۔ میں نے شیخ احمد سمرقندی کو بخارا میں دیکھا کہ آپ چالیس چالیس راتیں متواتر جاگتے رہتے۔ بس ذرا اونگھ ہی لیتے۔ یہ مسئلہ اس طرف راجع ہے کہ جب کسی کے خیال میں موت زندگی سے بہتر ہو اسے چاہیئے کہ زیادہ سوئے اور جس کے نزدیک زندگی موت سے محبوب تر ہو اسے چاہیئے کہ جاگے لہذا اس شخص کو بیداری کی قدر و قیمت نہیں ہو سکتی جو بہ تکلف بیدار رہا بلکہ بیداری کی قدر اسے ہوتی ہے جسے بیدار رکھنے والا بیدار رکھے۔

نعمت وصال کا انوکھا شکریہ

حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں میں ایک بزرگ کی زیارت کے لئے گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اس کا گھر اللہ کے نیک بندوں کی اقامت گاہوں کی طرح نہایت نظیف اور صاف ستھرا تھا۔ اس میں دو محراب بنے ہوئے تھے۔ ایک محراب میں وہ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے میں ایک بڑھیا بیٹھی تھی۔ جن کے چہرہ سے انوار الٰہی درخشاں تھے۔ یہ دونوں ریاضت و مجاہدہ کے باعث شیخوخت کو پہنچ چکے تھے۔ میں نے زیارت کے لئے آنے کی اطلاع دی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ میں تین روز تک ان کے ہاں قیام پذیر رہا۔ واپسی پر میں نے اس بزرگ سے پوچھا یہ عفت مآب خاتون آپ کی کیا لگتی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ واسطے سے تو میری عم زاد ہیں اور دوسرے واسطے سے میری بیوی ہیں۔

میں نے عرض کی میں آپ کے ہاں تین دن متواتر قیام پذیر رہا ہوں لیکن آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے بہت بیگانہ پایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں پینسٹھ سال سے ہم اس حال میں ہیں میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے بچپن میں ہم ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ میری بیوی کے والدین اس کا نکاح مجھ سے نہیں کرنا چاہتے تھے حالانکہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ ایک مدت تک میں اس نامرادی کے سبب سے رنجیدہ رہا۔ ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو میرے والد نے میرا نکاح ان سے پڑھا دیا۔

جب ہم شبِ زفاف کے لئے اکٹھے ہوئے تو میری بیوی نے مجھ سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ

اللہ تعالےٰ نے ہم پر کتنا انعام کیا ہے کہ ہمیں آپس میں ملا دیا ہے اور ہمارے دلوں سے حزن وغم نکال کر مسرت وانبساط بھر دی ہے ۔ میں نے کہا بیشک یہ ہم پر بڑا فضل ہوا ہے ۔

پھر میری بیوی نے کہا اب ہمیں چاہئے کہ اپنے آپ کو جملہ خواہشاتِ نفسانیہ سے روکیں اور آج رات میں سب سے پہلے اپنے نفس کو روکتی ہوں ، اپنی خواہش کو زیر پا روندتی ہوں ۔ اس نعمت کے شکریہ میں عبادت کرتی ہوں ۔ میں نے کہا بہت اچھا ۔ دوسری رات جب آئی اس نے وہی کہا اور ویسے ہی رات عبادت میں گزار دی ۔ تیسری شب میں نے کہا کہ دو راتیں تو تمہاری خاطر گذریں آج کی شب میری خاطر شب بیداری ہونی چاہیے ۔ آج پینسٹھ سال گزر گئے ہیں کہ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا ہے نہ چھوا ہے تمام عمر اس نعمت کے شکر ادا کرنے میں گزار رہے ہیں ۔

بیٹا کھانا کہاں سے آیا ؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ میرے ہاں فرزند متولّد ہوا بچپن میں جب وہ اپنی ماں سے کھانا مانگتا تو اس کی والدہ کہتی بیٹا اپنے رب سے مانگ ، وہ بچہ محراب میں جاتا اور سجدہ کرتا ۔ اس کی والدہ خفیہ طور سے اس کی مطلوبہ چیز دے دیتیں اور صاحبزادے پر یہ نہ ظاہر ہونے دیتیں کہ والدہ نے دیا ہے ۔ رفتہ رفتہ اس بچے کو صرف پروردگار سے مانگنے کی عادت راسخ ہو گئی ۔

ایک روز جب بچہ مکتب سے آیا تو دیکھا کہ والدہ موجود نہیں ہے ۔ اس نے حسبِ معمول سجدہ کیا اور کھانا مانگا ۔ اللہ تعالےٰ نے کھانا عطا فرما دیا ۔ جب آپ کی والدہ آئیں تو دیکھا صاحبزادہ کھانا کھا رہا ہے ۔ پوچھا بیٹا یہ کھانا کہاں سے آیا ۔ عرض کی جہاں سے ہمیشہ آتا تھا ۔

کھانا بادشاہ کے گھر سے آیا تھا !

ایک دفعہ حضرت احمد بن حرب نیشاپوری رؤساء و سادات نیشاپور سے ملے ایک جگہ بیٹھک ہوئی جہاں دیگر اعیان نیشاپور بھی سلام کے لئے حاضر ہوئے ۔ اچانک ایک لڑکا نشہ شراب میں مخمور بلا خوف ان میں سے گزر گیا ۔ اس کا یہ طریقہ سب حضّارِ مجلس کو ناگوار گزرا ۔ شیخ احمد نے حاضرین

سے کہا تمہیں کیا ہوا جو یکلخت متغیر ہو گئے ؟ سب نے عرض کی حضرت! اس لڑکے کی بے محابی سے صحبت پراگندہ ہو گئی ہے۔ شیخ احمد نے فرمایا وہ معذور ہے اس لئے کہ ایک رات ہمارے پاس ہمارے ایک ہمسائے نے کچھ کھانا بھیجا جسے ہم نے کھا لیا اور رات بیوی سے ہمبستری بھی ہوئی۔ اس کھانے سے اس بچے کا نطفہ قرار پایا۔ اس رات نیند بھی اس قدر آئی کہ شب کے اوراد بھی رہ گئے ہم نے جستجو کی۔ ہمسایہ سے پوچھا کہ جو کھانا تو نے بھیجا تھا وہ کہاں سے آیا تھا؟ اس نے بتایا کہ شادی والے گھر سے جب مزید تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا بادشاہ کے گھر سے آیا تھا۔

میرے انس کا سرمایہ اور سرور کا مقام یہی ہے

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک درویش کو دیکھا جو ببول کے کانٹوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ ظاہراً یہ جگہ سخت تکلیف دہ تھی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ بھائی تو یہاں ایسی سخت جگہ آرام سے کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا ایک وقت تھا جو یہاں ضائع ہوا ہے۔ اب یہاں بیٹھا ہوا غم کھاتا ہوں۔ میں نے پوچھا یہاں تو کتنی مدت سے اس حال میں بیٹھا ہوا ہے؟ اس نے کہا بارہ سال سے۔ اب اگر شیخ مجھ پر توجہ فرمائے تو میں کامیاب ہو جاؤں اور اپنا وقت حاصل کر لوں۔

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چل دیا۔ حج ادا کرنے کے بعد اس کے لئے دعا کی۔ اللہ نے اسے قبول کیا، وہ کامیاب ہو گیا۔ جب میں واپس آیا تو اسے وہیں بیٹھے دیکھا۔ میں نے کہا اے جواں مرد! اب مجھے وقت مل گیا ہے، یہاں سے کیوں نہیں اٹھتا؟ عرض کی اے شیخ! میں نے قدامت اختیار کی ہے جو جائے وحشت تھی اور میں نے یہاں سرمایہ گم کیا تھا وہ مل گیا، تو اب یہ جائز ہے کہ جہاں سے سرمایہ ملا ہو اس جگہ کو چھوڑ دوں؟ یہ تو میرے انس کا مقام ہے۔ آپ تشریف لے جائیں کیونکہ میں اپنی خاک یہاں کی خاک میں ملاؤں گا اور بروز قیامت اسی خاک سے سر اٹھاؤں گا کہ میرے انس کا سرمایہ اور سرور کا مقام یہی ہے۔

خدا کی طرف راستہ کدھر سے جاتا ہے؟

مشہور حکایتوں میں ہے کہ جب حضرت ابوسعید خراز اور حضرت سعد علوی نے ایک مرد حق کو دریا کے کنارے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا کی طرف راستہ کدھر سے جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف دو راستے ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص، انہوں نے کہا اس کی شرح فرمائی جائے تو فرمایا عام راہ تو یہ ہے جس پر تم ہو کہ ایک علت سے قبول کئے ہوئے اور ایک علت سے رد کرتے ہو اور خواص کا راستہ یہ ہے جو نہ معلّلِ علت کو دیکھے اور نہ علت کو۔

حضور یہ کس پائے کے بزرگ ہیں؟

میرے شیخ حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ نے فرمایا کہ ایک سال اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا جنگل میں اجتماع تھا۔ میرے شیخ حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری مجھے وہاں لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ اولیاء کا ایک گروہ ایک تخت کے نیچے ہوا میں چل رہا ہے۔ اور ایک گروہ تخت کے اوپر ہوا میں اڑ رہا ہے۔ یہ دونوں گروہ مختلف مراتب کے حامل تھے۔ حضرت حصری ان کی طرف چنداں التفات نہ فرماتے لیکن جب ایک جوان جس کی خستہ و مستعمل جوتی تھی اپناپھٹا پرانا لباس تھا، چلنے سے ناچار تھا، سر سے ننگا، بدن جھلسا ہوا اور نہایت لاغر و نحیف تھا، ظاہر ہوا تو حضرت حصری کود کر اس کے آگے جا پہنچے، اسے بلند مقام پر بٹھایا۔ میں متعجب ہوا اور عرض کی کہ حضور یہ کس پایہ کے بزرگ ہیں؟ فرمایا یہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی جو طلبگار ولایت نہیں بلکہ ولایت اس کی طلب گار ہے کیونکہ اس کا میلان کرامت کی طرف نہیں۔

تمت الحکایات بحمدہٖ تعالیٰ

(تحریر نمودہ ۳ر فروری ۱۹۷۵ء)

تَذَکِرَہ

حکایاتِ گنج بخش میں مذکور صلحاء کا

تذکرہ

زیرِ نظر حکایات میں چند صلحاء اپنی تمام تر تابانیوں اور عظمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں، انہیں
گلشنِ حکایات میں زندگی، تر و تازگی اور بہاریں ہیں، ان شخصیات کا مختصر تعارف میں تو
ری سمجھتا ہی تھا لیکن احباب کے اصرار نے میرے راہوارِ شوق کو مہمیز لگائی کہ میں یہ کام ضرور
ام دوں تاکہ حکایات کی خواندگی سے قبل ان حضرات کی عظمت و رفعت کا نقش قاری کے ذہن
ں مرتسم ہو جائے جن کا ذکرِ جمیل جابجا حکایات میں موجود ہے۔

جنابِ محمدِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

حضور علیہ السلام کا عرش پر اسمِ گرامی احمد اور فرش پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ حضرت
یدنا عبداللہ بن عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ بنت وہب کے لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں۔ مکہ معظمہ میں
ء میں رونق و زینتِ بخشِ عالم ہوئے۔ چالیس سال کی عمر مبارک میں بارگاہِ وہاب جل وعلا
ے نبوت و رسالت کا منصبِ جلیلہ عطا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذنہ تعالیٰ تبلیغِ دینِ
اسلام شروع کی، اپنے بیگانے ہو گئے، درپئے آزار و تعذیب ہوئے، دل خراش و ہولناک
ایذائیں دیں۔ کفار نے آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عتاب و عذاب کا نشانہ
بنایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے صحابہ میں ایسا عزم ایسی استقامت، ایسا حوصلہ،
ایسی ہمت، ایسی شجاعت، ایسا تہوّر اور ایسی شہادت پیدا کر دی تھی کہ وہ عذاب میں بھی راحت د

فرحت محسوس کرتے تھے۔ کفار کا یہ ظلم و ستم، تعدّی، طغیان و بغیان، تمرّد و سرکشی اس
تک پہنچ گیا کہ رب العزت نے حضور کو اپنے مولد و منشا سے ہجرت کرنے کا حکم فرما دیا۔ آ
مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے۔ انصار نے آپ کی آمد پر حمد و نعت کے ترانے گائے۔ آ
نے مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کا سنگِ بنیاد رکھا، مدینہ منورہ کے قبائل سے معاہدے
کفار سے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جنگیں لڑیں، کفار سے صلح حدیبیہ تحریری طور پہ ہو
لیکن جب وہ اپنے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے تو آپ دس ہزار صحابہ کی معیّت میں مکہ معظ
میں داخل ہو گئے۔ بیت اللہ کو اصنام و اوثان سے پاک کیا۔ اپنے دشمنوں کو لاتثر
علیکم الیوم کا مژدۂ جاں بخش دیا، مخلوق کے خالق سے رشتے جوڑ دیئے، تمام
کے قبائح دور فرمائے، جن و انس کے دلوں کو نورِ توحید سے منور و تاباں فرمایا۔ آپ
عبدالکعبہ کو عبداللہ صدیقِ اکبر بنایا، عمر کو فاروقِ اعظم، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو اسداللہ

آپ حبیب اللہ ہیں، رسول اللہ ہیں، نبی اللہ ہیں، ختم الانبیاء اور ختم الرسل ہیں، ص
معراجِ عرش ہیں، مالکِ فرش ہیں، سید الکونین، رحمتِ دارین ہیں۔ آپ کے توسّ
کرامت سے رب العزت نے اس خاکدان کو بقعۂ نور بنایا۔ آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ آ
تمام مخلوق بالخصوص مومنوں پر اللہ تعالےٰ کا احسانِ عظیم ہیں لطفِ عمیم ہیں، آپ مطلع الانو
ہیں، شمس و قمر، کواکب آپ کے نور سے مستنیر ہیں۔ آپ شافعِ محشر ہیں، حاملِ لوائے حمد
صاحبِ مقامِ محمود ہیں، الغرض اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کائنات میں افضل ہیں۔ مدینہ منورہ
میں آرام فرما ہیں اور احوالِ امت سے ہر لحظہ، ہر لمحہ آشنا ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

قبل از اسلام آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے آپ کا نام بدل کر عبداللہ
رکھ دیا، صدیق و عتیق کے خطاب عطا فرمائے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت

سے جھولی بھری۔ سیدِ عالم علیہ السلام کے یارِ غار اور خلیفۂ اول تھے۔ آپ نے خدمتِ اسلام کے لئے، مسلمانوں کی سرفرازی کے لئے، اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے دنیا میں ہر شخص کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق کے۔ پھر فرمایا بہ لحاظ صحبت و مال و دولت کے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکر صدیق ہے۔

آپ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر حضور علیہ السلام کے جانثار صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے سیدِ عالم کے بعد امتِ مسلمہ کی دستگیری فرمائی۔ تقریباً اڑھائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے۔ آپ کے عہد میں بہت سی فتوحات ہوئیں اسلام کا بول بالا ہوا۔ ترلیسٹھ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

آپ کا اسمِ گرامی عمر اور لقب فاروقِ اعظم ہے۔ آپ کو قدرتِ کاملہ نے تمام اوصافِ کریمہ سے متصف کیا۔ آپ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہیں اور حضرت سیدنا علی المرتضٰے مرید ہیں۔ اسلام لانے سے قبل آپ کے سپرد عرب کی سفارتِ کبریٰ تھی۔ جسٹس امیر علی مرحوم کے قول کے مطابق آپ ملکِ عرب کے سیاہ و سفید کے مالک PLENIPOTENTIARY تھے۔ دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے تو آپ کے توسل سے دینِ اسلام کو نہایت عزت و عظمت حاصل ہوئی۔ اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع ہوئیں، تقریباً اٹھائیس لاکھ مربع میل پر اسلام کے اس فرزندِ عظیم کا دبدبہ، رعب و جلال تھا۔ آپ نے اہلِ دنیا کو بہترین عسکری و فوجی نظام دیا۔ نظامتِ شرطہ قائم کی۔ فلاح و بہبودِ انسانیت کے شعبے کھولے، زراعت و آبپاشی کو مروج کیا، نظامتِ مالیات قائم کی۔ قیصر و کسریٰ کا غرور خاک میں ملا دیا۔ آپ نے تقریباً گیارہ سال خلافت

کا بار اپنے شانوں پر اٹھایا، جامِ شہادت نوش کیا اور اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد کریم رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدفون ہوئے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے۔ نیز حضور رسالتمآب نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ فاروقِ اعظم ہوتے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابقہ امتوں میں ایک ایسی جماعت تھی جسے محدثین کہا جاتا تھا اور یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوتے تھے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کے نورِ عین اور لختِ جگر ہیں۔ مکہ میں پیدا ہوئے حضور علیہ السلام کے ظلِ عاطفت میں پرورش پائی۔ بچوں میں سے سب سے پہلے دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔ کفار کے خلاف تمام حروب میں حصہ لیا۔ جنگِ خیبر میں اپنی خداداد شجاعت اور تہوّر کا مظاہرہ کیا۔ آپ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر، سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ نے دشمنانِ اسلام خوارج کا قلع قمع فرمایا۔ آپ طریقت کے شہریار اور شریعت کے تاجدار ہیں۔ آپ بابِ مدینۃ العلم ہیں۔ آپ کو ۴۰ھ میں عبدالرحمٰن بن ملجم لعین نے اپنی مشقِ ستم کا نشانہ بنایا اور مسجد میں بحالتِ نماز شہید کر دیا۔ آپ کا مزارِ مقدس نجفِ اشرف میں ہے، رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ اسلام کے جرنیلوں میں سے ممتاز ترین جرنیل ہیں۔ آپ نے زندگی میں ایک سو بیس جنگیں لڑیں اور حضور علیہ السلام کے صدقے کسی میں بھی شکست نہ کھائی۔ آپ کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے سیف اللہ کا معزز خطاب عطا ہوا۔ جنگِ حنین میں نیزوں کے سایہ میں دشمن سے لڑتے رہے۔ تہوّر و

شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے زخمی ہوئے۔ آپ کی عیادت خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ حضرت صدیق اکبر کے عہدِ خلافت میں سپہ سالار مقرر ہوئے اور مسیلمہ کذاب اور شاہانِ عجم کے غرور و نخوت کو پامال کر دیا۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر فرماتے ہیں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ خالد بن ولید کا ذکرِ خیر چھڑ گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خالد اللہ تعالےٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے کفار پر مسلّط کر دیا گیا ہے آپ سے کئی کرامات کا صدور ہوا۔ آپ ۲۲ ہجری میں بوجہ علالت فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ

آپ مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے بحرین کا گورنر فرمایا تھا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علاء الحضرمی سے تین چیزیں مشاہدہ کیں جوان سے پہلے یا ان کے بعد کسی میں بھی نہ دیکھ سکا۔ یہ عجیب و غریب چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ ہم ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے گئے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کا نام لے کر دریا میں اتر جاؤ۔ ہم اللہ کا نام لیکر دریا میں اتر گئے اور آرام سے عبور کر لیا۔ ہمارے اونٹوں کے پاؤں کے سوا ہماری کوئی چیز نہ بھیگی۔

دوسری یہ کہ ایک دریا سے گزر کر ہم صحرا میں پہنچ گئے۔ ہم پر تشنگی غالب تھی لیکن پانی سے محروم تھے۔ ہم نے آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تو بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اتنا برسا کہ ہم سب سیراب ہو گئے اور بعد ازاں ہم نے پانی اپنے مشکیزوں میں بھی بھر لیا۔

تیسری بات یہ کہ آپ کی وفات کے بعد ہم نے آپ کی نمازِ جنازہ کر کے آپ کو دفن کر دیا تو پتہ چلا کہ ہم نے آپ کے کفن کے بند نہیں کھولے۔ ہم نے قبر سے اینٹیں اٹھائیں تو آپ کو قبر میں نہ پایا۔ آپ صاحبِ کرامت اور صاحبِ حال صوفی تھے۔ مصائب میں لوگ آپ سے

دعا کرانے تو اللہ تعالےٰ اسے شرفِ قبولیت بخشتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوصخرہ ہے۔ آپ دس سال تک حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی۔ آپ سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کے لئے حضور علیہ السلام نے کثرتِ مال و دولت، اولاد، طول عمر اور بخشش و رحمت کی دعا فرمائی تھی چنانچہ آپ کی پشت سے ایک سو ایک بچہ پیدا ہوا۔ اتنی لمبی عمر نصیب ہوئی کہ آپ کا نام ہی زندگی پڑ گیا۔ آپ نے کم و بیش ایک سو پینتالیس سال عمر پائی۔ مستجاب الدعوات تھے۔ کئی سو احادیث آپ سے مروی ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

آپ یگانۂ روزگار محدث اور فقیہ تھے۔ آپ کے زمانہ میں اسلامی اقتدار پر یزید نے قبضہ کر لیا تھا۔ یزید کے بعض امراء نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے حضرت سعید بن مسیّب کو طلب کیا۔ استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں قیام پذیر ہیں اور امراء سے ملنا پسند نہیں کرتے حاکمِ وقت نے کہا دیکھو میرے پاس بڑے بڑے جلیل القدر انسان کھڑے ہیں لیکن وہ کیوں نہیں آیا، میں تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ بات جناب سعید بن مسیب کو پہنچا دی گئی اور ساتھ ہی یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ عمرہ کے لئے چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا میری نیت اس وقت عمرہ کی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی پھر آپ اپنے کسی رشتے دار کے ہاں چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا یہ پانچ وقت کی اذان کون سنے گا؟ پھر عرض کیا گیا کہ آپ تو عمّال سے ڈرتے ہی نہیں آپ نے فرمایا بیشک میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں۔ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ گورنر مجھے بھول ہی جائے۔ کہتے ہیں وہ گورنر یا حاکم ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہا لیکن آپ کو طلب نہ کر سکا حتیٰ کہ اس کی معزولی کے احکام آ گئے۔

ایامِ حرہ میں جب یزیدی لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا، مہاجرین و انصار کو شہید کیا تو اس وقت آپ مسجد نبوی میں مقیم تھے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے روضۂ انور سے آذان کی آواز سنائی دیتی تھی، میں اٹھتا اور بر وقت نماز پڑھ لیتا۔ شامی مسجد میں آتے تو کہتے اس دیوانے بوڑھے کو دیکھو ذرا۔

سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

آپ تاریخِ اسلام میں مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ عجمی النسل، امیہ بن خلف کے غلام اور السراۃ کے عجمیوں میں سے تھے۔ حبشیوں میں سے آپ اول ہستی ہیں جو دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے، آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھا۔

آپ نے اسلام قبول کرنے بعد گوناگوں مصائب اور مظالم برداشت کئے۔ آزمائش کی ہر گھڑی میں استقلال اور استقامت کے کوہِ گراں ثابت ہوئے۔ آپ کو جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر بٹھا دیا جاتا اور سخت عذاب میں مبتلا کیا جاتا لیکن آپ نے ان تمام روح فرسا اور جانگسل آزمائشوں میں توحید کی حبلِ متین ہاتھ سے نہ چھوڑی۔

حضرت بلال کو ایک روز حسبِ معمول نشانۂ ستم بنایا جا رہا تھا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے۔ آپ سے عبرتناک منظر دیکھا نہ گیا آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی وقت ایک خطیر رقم دے کر حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے آزاد کرا لیا۔ خدا کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا اے ابوبکر اس میں مجھے بھی شریک کر لو۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی حضور! بلال تو کب کے آزاد ہو چکے۔

آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کا معقول وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے محاسبِ اعلیٰ یعنی اکاونٹنٹ جنرل کا عہدہ تفویض کیا تھا۔ معلوم ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ریاضی میں خاصا عبور رکھتے تھے۔ حضرت بلال تمام مشہور غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ آپ نے غزوۂ بدر میں اپنے سب سے بڑے معذّب امیہ بن خلف لعین کو تہ تیغ کیا۔ مزید جہاد کے لئے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر شامی مہموں پر چلے گئے اور فراغت کے بعد وہیں قصبہ خولان میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے ۲۰ھ میں حضرت فاروقِ اعظم کی خلافت میں بہ عمر ساٹھ سال وفات پائی اور دمشق میں باب الصغیر کے قریب دفن ہوئے۔

سیّدنا نافع رضی اللہ عنہ

آپ حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ علم و حکمت کا مرقع تھے۔ فراست و دانائی کا پیکر اور فطانت و ذہانت کا محور تھے۔ قرآن فہمی اور حدیث دانی میں بے مثال تھے، اعلیٰ درجہ کے فقیہ تھے۔ عمر کا بہت سا حصہ حضرتِ فاروقِ اعظم کی خدمت میں گزارا۔ آپ کو اپنے آقا سے اور آقا کو اپنے غلام سے حد درجہ کی محبت و پیار تھا۔ حضرتِ نافع سفر و حضر میں حضرت عمر فاروق کے ساتھ رہتے۔ نہایت صائب رائے تھے۔ تقویٰ و پرہیزگاری، تدیّن و دینداری میں یہ درجہ تھا کہ بڑے بڑے صحابہ رشک کرتے تھے۔ فاروقِ اعظم آپ کے علم و ورع کے قائل تھے چنانچہ آپ نے آپ کی وفات کے بعد فرمایا کہ اگر نافع زندہ ہوتے تو میں انہیں زمامِ خلافت سونپ کر جاتا۔ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

آپ کا مولد و منشا مرو تھا۔ آپ کی وفات موضع ہیت دجو دریائے فرات کے کنارے

ایک گاؤں ہے) میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔

آپ بے مثل عالم، بے نظیر فقیہ، امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ اتقاء و تورّع میں بھی لاثانی تھے۔ سنتِ نبوی پر سفر و حضر میں بالاستقامت عمل کرتے تھے۔ شجاع و دلیر اتنے تھے کہ طبلِ جنگ سنتے ہی میدانِ کارزار کی طرف بھاگ جاتے۔ ادب میں یہ مقام تھا کہ شعر، روانی و تسلسل سے کہتے۔ سخاوت میں یہ پایہ تھا کہ جو چیز پاس ہوتی، خیرات کر دیتے۔

آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ سفیان ثوری ایسے بزرگ آپ کی صحبت کے لئے ترستے تھے۔ حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک ایسی کوئی ہستی نہیں دیکھی۔ دعا کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی کوئی دعا بھی شرفِ قبولیت سے محروم نہ رہتی۔ آپ حضرت سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے تلامذہ میں سے ممتاز شاگرد تھے۔

حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ

آپ بارہ ائمہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور القاب تقی و سیّد ہیں۔ آپ ۳ھ کو ۱۵ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے نام کو بہشت سے ایک نہایت عمدہ کپڑے پر لکھ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ لائے۔ آپ شکل و صورت میں سر سے ناف تک حضور علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ آپ نے ملّتِ اسلامیہ کو کشت و خون سے بچانے کے لئے عنانِ خلافت حضرت سیدنا امیر معاویہ کو دے دی۔ آپ سراپا خیر، سلطان الاسخیاء، منبعِ علم و حکمت اور دانش و ادراک کے مصدر تھے۔ آپ نے ربیع الاول کے اوائل میں ۵۰ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

حضرتِ زائدہ رضی اللہ عنہا

آپ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خادمہ تھیں۔ نیکی، پرہیزگاری، تقویٰ، علم و فضل اور

زہد و عبادت میں بے مثال تھیں۔ خوفِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زندگی کا لازمہ تھا۔ حضور علیہ السلام آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں سے سوائے زائدہ کے کسی کو حضرتِ مریم کا درجہ حاصل نہیں ہوا ہے۔

سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن، ابومحمد اور ابوبکر ہے اور لقب سجّاد و زین العابدین ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں ہجری کے تینتیسویں سال پیدا ہوئے۔ بعض روایتوں میں آپ کا سالِ پیدائش چھتیس یا اڑتیس ہجری ہے۔ آپ کی والدہ کا نام شہر بانو ہے۔ آپ سے بہت سی کرامات و خوارقِ عادات صادر ہوئیں۔ خشیتِ ایزدی آپ کا سرمایہ تھا۔ خوفِ خدا سے ہر وقت جسم میں کپکپی اور چہرہ زرد رہتا۔ خضر علیہ السلام آپ کی صحبت میں آنا جانا شرف و مجد سمجھتے تھے۔ آپ نے میدانِ کربلا کا خونچکاں منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صبر و تحمل کی وہ مثال پیدا کی جو ہر مسلمان کے لئے مینارِ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ امامت کے بارے میں آپ اور محمد بن حنفیہ کے درمیان حجرِ اسود نے ثالثی کے فرائض انجام دیئے۔

آپ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بعض کے نزدیک ابواسماعیل بھی ہے۔ آپ صادق جیسے اشہر ترین لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام امّ فروہ بنتِ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ امّ فروہ کی ماں حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں۔ اسی باعث امام جعفر صادق نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر صدیق نے دو بار جنم دیا۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۳ھ میں بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں ہوئی اور وفات بروز

سوموار ۱۵ ر رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبرِ انور جنت البقیع میں ہے۔

کتاب جفر جو عبد المومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے، آپ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے جو آپ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے۔ آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے حضرت مولانا جامی نے اپنی کتاب شواہد النبوۃ میں آپ کی متعدد کرامات نقل کی ہیں۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ممتاز صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کا سینہ مشکوٰۃِ نبوت سے مستنیر و فروزاں تھا۔ آپ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس تھا۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد عبد الرحمٰن کے نام سے پکارے جانے لگے مگر کنیت نام پر غالب آگئی۔ آپ سے بے شمار احادیث مروی ہیں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

آپ سراج الامہ، اعلم الناس، اکرم الناس، فقیہ العالم، ماوای و ملجائے محدثین، امام الائمہ اور فضیلۃ الملۃ ہیں۔ آپ کا نامِ نامی نعمان بن ثابت ہے اور امامِ اعظم لقب ہے۔ آپ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بعض حضرات ۷۰ھ بھی بتلاتے ہیں لیکن علامہ کوثری نے ۸۰ھ کو ہی قرائن و دلائل سے ترجیح دی ہے۔ آپ نے ۸۷ھ میں اپنے والد صاحب کی معیت میں حج کیا۔ وہاں حضرت عبد اللہ بن حارث صحابی سے ملاقات ہوئی اور ان سے حدیث سنی۔ ۹۶ھ میں دوبارہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور زندہ صحابہ سے ملاقات کی۔ آپ نے کم و بیش چھبیس صحابہ سے ملاقات کی۔

آپ جوانی میں اتقاء، تورّع اور عبادت گزاری کا نمونہ تھے۔ گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کو پسند فرماتے لیکن ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور نے فرمایا

ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دینِ اسلام کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ گوشہ نشینی ترک کرو اور دینِ اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

اس خواب کے بعد آپ عملی طور پر میدانِ تعلیم و تعلم میں آ گئے۔ حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے فقہ پڑھی۔ دس سال ان کی خدمت میں رہے۔ حدیث شریف تقریباً چار ہزار اساتذہ سے پڑھی اور سنی۔ ان اساتذہ میں اکثر تابعین اور صحابہ کے شاگرد تھے۔

حضرت امام شافعی آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور نماز ادا کرنے کے بعد آپ کے توسل سے اپنی فقہی اور دینی مشکلات کا حل طلب کرتے۔

آپ نے دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال خدمت کی۔ حضرت امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی، امام زفر، عبداللہ بن مبارک (جو امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور امام بخاری کے اساتذہ کے شیخ ہیں) حضرت داؤد طائی ایسے شاگرد پیدا کئے جن کی فقہ و تصوف میں چار دانگِ عالم میں دھوم مچ گئی۔ یورپ اور دیگر مہذب دنیا نے آپ کو سب سے بڑا فقیہ تسلیم کیا ہے۔ آپ کی زندگی و حیات و آثار پر حضور علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

آپ مشہور تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت سیدنا و مولانا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ پایا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے پچاس کی زیارت کی بعض روایات کے مطابق آپ نے تقریباً ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی۔ آپ نے ۱۱۰ھ میں ۹۸ سال کی عمر میں ماہِ رجب میں وفات پائی۔ صوفیاء آپ کا سلسلۂ بیعت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کی طرح پر نور تھا۔ آپ عالم تھے، فقیہ تھے، محدث تھے اور سلطان الصوفیاء تھے۔

حضرت ابوالفیض ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ثوبان بن ابراہیم ہے۔ بعض مؤرخین کے آپ کا نام الفیض بن ابراہیم لکھا ہے۔ آپ کے والد نوبہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ تصوف میں اعلیٰ پایہ رکھتے تھے۔ علم و ورع اور حال و ادب کے لحاظ سے یکتائے زمانہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کو دوست رکھنے والے کی علامتیں یہ ہیں کہ اخلاق، اعمال، اوامر اور سنن میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کمینہ کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا جسے اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا طریقہ نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی سے دریافت کرتا ہو، نیز آپ نے فرمایا کہ عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن خواص غفلت سے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ابوعلی فضیل بن عیاض خراسانی ہے۔ آپ شہر مرو میں رہا کرتے تھے۔ بعض مؤرخین کے قول کے مطابق آپ کی پیدائش سمرقند میں ہوئی لیکن نشو و نما ابیورد میں پائی۔ آپ آغازِ جوانی میں قزاق اور سارق تھے۔ اکثر اوقات سرخس اور ابیورد میں رہزنی میں گزارتے۔ آخر ایک لڑکی کے عشق میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ کی۔ توبہ کے بعد سلطان العرفا ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے اگر ساری دنیا مجھے اس شرط پر دی جائے کہ مجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے گا تو میں پھر بھی اس طرح بچوں گا جس طرح تم مردار سے بچتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مکّہ میں گزار دی اور وہیں ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ

آپ کا اسمِ گرامی ابومحفوظ معروف بن فیروز کرخی ہے۔ آپ مشائخ کبار میں سے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ جن لوگوں کو کوئی جسمانی و روحانی عارضہ لاحق ہوتا وہ آپ کی قبر پر جاکر آپ کے توسل سے دعا مانگتے تو شفایاب ہو جاتے۔ اسی لئے اہلِ بغداد کہا کرتے تھے کہ معروف کرخی کی قبر تریاقِ مجرب کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ ابتداءِ حال میں غلام تھے۔ پھر آپ کو حضرت سیدنا علی بن موسیٰ رضا نے آزاد کر دیا تھا۔ آپ نے ۲۰۰ھ میں یا بقولِ دیگر ۲۰۱ھ میں وفات پائی آپ حضرت سری سقطی کے استاد تھے۔ ایک روز سرّی سقطی سے فرمانے لگے جب تجھے اللہ سے کوئی حاجت مطلوب ہو تو اللہ تعالےٰ سے میری قسم دیکر مانگو۔

حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوالحسن سری بن مفلس السقطی ہے۔ آپ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے خالو اور استاد تھے۔ آپ کو حضرت معروف کرخی کا تلمذ حاصل تھا۔ تقویٰ، پرہیزگاری، احوالِ سنت اور علومِ توحید میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف تین باتوں میں پایا جاتا ہے :-

۱۔ صوفی کا نورِ معرفت اس کی پرہیزگاری کے نور کو نہ بجھا دے۔

۲۔ اپنے باطن سے کوئی ایسی بات نہ کہے جو نصِ قرآنی یا نص سنت کے خلاف ہو۔

۳۔ کرامات دکھانے کی خاطر کوئی حرام بات نہ کرے۔

آپ کی وفات ۲۵۷ھ میں ہوئی۔

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ

آپ کا نام ابونصر بشر بن حارث حافی ہے۔ آپ شہر مرو کے رہنے والے تھے لیکن ہمیشہ کیلئے

بغداد کے ہو کر رہ گئے تھے۔ یہیں ۲۲۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت پابند تھے۔ ایک دفعہ خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بشر حافی! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں تمہارے ساتھیوں میں اس قدر بلند مرتبہ کیوں عطا فرمایا؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو معلوم نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تجھے اس قدر بلند مرتبہ اس لئے دیا گیا ہے کہ تو میری سنت کی پیروی کرتا ہے، صالحین کی خدمت کرتا ہے، اپنے بھائیوں سے خیر خواہی کرتا ہے اور میرے صحابہ اور اہلِ بیت سے محبت رکھتا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جنہوں نے تجھے ابرار کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔

حضرت ابو حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابو عبداللہ بن اسد محاسبی ہے۔ آپ علم، ورع و تقویٰ، معاملات اور احوال کے اعتبار سے اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ اصل وطن بصرہ تھا۔ آپ کی وفات بصرہ میں ۲۴۳ھ میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے ستر ہزار درہم ورانۃً ملے تھے مگر آپ نے قبول نہ کئے۔ بعض لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے والد "قدری" مذہب رکھتے تھے اس لئے آپ نے پرہیزگاری کے اصول کے مطابق باپ کی میراث سے کچھ لینا مناسب نہ سمجھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارک کے الفاظ دہرائے کہ دو ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔

حضرت ابو علی دقاق کہتے ہیں جب کبھی حضرت حارث کسی ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تو ان کی انگلی کی ایک رگ پھڑک اٹھتی (جس سے وہ سمجھ جاتے) اور کھانا تناول نہ فرمایا کرتے۔

آپ کا انتقال ۲۴۳ھ میں ہوا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ابوسفیان داؤد بن نصر طائی ہے۔ آپ رفیع الشان بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ بہترین فقیہ، بہترین محدث، بہترین مفسر، بہترین صوفی، زاہد، عابد اور مجاہد تھے۔ آپ نے حضرت سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تعلم کیا۔ فقہ وحدیث میں آپ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کو بیس دینار وراثت میں ملے جنہیں آپ نے بیس سال کی مدتِ طویل میں خرچ کیا۔ آپ نے ۱۶۵ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخی ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کا سارے کا سارا کلام توکل کے بارے میں ہے۔ اعلیٰ درجہ کے مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ فقہ وحدیث میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ نہایت مالدار متمول تھے خلقِ خدا کی بہبود وفلاح کے لئے کوشاں رہتے۔ جنگ میں ایسی راحت وسرور پاتے جیسے لوگ شبِ زفاف میں پاتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے انسان کا تقویٰ تین باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ وہ کیا لیتا ہے؟

۲۔ کن باتوں سے اپنے آپ کو روکتا ہے؟

۳۔ کیا باتیں کرتا ہے؟

آپ نے اس دارِ فانی کو ۱۹۴ھ میں الوداع کہا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نامِ نامی ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد پہلے مجوسی تھے جو

دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے دو اور بھائی تھے جن کے نام آدم اور علی تھے۔ یہ دونوں بھائی بھی عابد و زاہد تھے۔ آپ اپنے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ جلیل القدر اور رفیع الشان بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے معرفت کیسے حاصل کی؟ آپ نے جواب دیا :-

"پیٹ کو بھوکا اور بدن کو ننگا رکھ کر!"

حضرتِ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری ہے۔ آپ صوفیا کے امام تھے۔ آپ معاملات اور تورع میں یکتائے روزگار تھے۔ صاحبِ کرامات تھے آپ نے حضرت ذوالنون مصری سے مکّہ معظمہ میں ملاقات کی۔ آپ کی وفات ۲۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ فعل جسے انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا، کے بغیر کرے خواہ وہ عبادت ہو یا معصیت، وہ نفس کی زندگی ہے اور ہر وہ فعل جسے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں کرے وہ نفس کے لئے عذاب ہے۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابو عبدالرحمٰن حاتم بن علوان ہے۔ بعض نے حاتم بن یوسف اصم ہے۔ آپ خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ شقیق بلخی کے شاگرد اور احمد بن خضرویہ کے استاد تھے آپ کا سالِ وفات نامعلوم ہے۔

آپ کو اصم اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس ایک مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ اتفاق سے اس کی ہوا خارج ہوگئی جس سے وہ شرمندہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا جو کہنا چاہتی ہو ذرا بلند آواز سے کہو، میں تمہاری آواز نہیں سن سکا۔ عورت سمجھی کہ آپ بہرے ہیں لہٰذا دل میں بہت

خوش ہوئی کہ آپ نے اس کی گوز کی آواز نہیں سنی۔ اس کے بعد آپ ساری عمر اصمؒ کے نام سے پکارے گئے۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہمارے مذہب میں داخل ہوا اس میں موت کی چار خصلتیں پائی جانی ضروری ہیں :۔

۱۔ سفید موت یعنی بھوک۔

۲۔ سیاہ موت یعنی مخلوق کی طرف سے اذیت برداشت کرنا۔

۳۔ سرخ موت یعنی خواہشات کی مخالفت میں ایسا عمل جو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہو۔

۴۔ سبز موت یعنی چیتھڑے پر چیتھڑا لگانا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی واعظ تھا۔ آپ وعظ و حکمت سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ اپنے وقت کے بہترین فقیہ، محدث اور صوفی تھے۔ آپ کے اقوال رجاء کیلئے مخصوص ہیں اور معرفت میں بھی آپ کا کلام مشہور ہے۔ آپ رے کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے نکل کر بلخ چلے گئے اور مدت تک وہیں رہے، پھر نیشاپور چلے گئے اور وہیں ۲۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص میں تقویٰ و پرہیزگاری نہیں وہ زاہد کیسے بن سکتا ہے؟ وقت کا فوت ہوجانا موت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ وقت فوت ہوجانے سے اللہ تعالےٰ سے تعلق ٹوٹتا ہے اور موت سے مخلوق سے قطع تعلق ہوجاتا ہے۔

نیز فرمایا کہ توابین کی بھوک تجربہ کے طور پر ہوتی ہے، زاہدین کی بھوک سیاستِ نفس کے طور پر اور صدیقین کی بھوک کرامت کا موجب بنتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ

آپ کی کنیت ابوالقاسم، نام جنید بن محمد اور القاب قواریری، زجاج اور خزاز ہیں۔ آپ

صوفیاء کے سردار اور امام تھے آپکے اجداد نہاوند کے رہنے والے تھے مگر آپ کی پیدائش اور نشوو نما عراق میں ہوئی۔ چونکہ آپ کے والد کانچ بیچا کرتے تھے اس لئے انہیں قواریری کہا جانے لگا فقہ میں ابو ثور کے مذہب کے فقیہ شمار ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ بیس برس کی عمر میں انہیں کے حلقہ میں فتویٰ دینے لگے۔ آپ اپنے خالو سرّی سقطی، حضرت حارث محاسبی اور محمد بن قصاب کی صحبت میں رہے اور ۲۹۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف علم معرفت کتاب و سنت کا پابند ہے اس لئے جس شخص نے قرآن حفظ کیا، نہ حدیث لکھی راہ طریقت میں اس کی پیروی نہ کی جائے۔

وفات کے وقت ابو بکر عطوی آپ کے پاس تھے وہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے قرآن مجید ختم کر کے پھر سے سورۂ بقرہ شروع کی اور ستر آیتیں پڑھ کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو الحسین اور اسم گرامی احمد بن محمد نوری ہے۔ آپ اصل کے لحاظ سے بغوی اور پیدائش اور نشوونما کے اعتبار سے بغدادی ہیں۔ آپ حضرت سری سقطی، ابن ابی الحواری کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کو جنید بغدادی کا ہمعصر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ نہایت رفیع الشان اور جلیل القدر بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی۔

آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمام نفسانی خواہشات کو ترک کر دینے کا نام تصوف ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے زمانے میں دو چیزیں بہت نایاب ہیں۔ ایک عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور دوسری چیز مرد عارف جو حقائق بیان کرتا ہو۔

آپ شریعت مطہرہ کو ہر بزرگی و مرتبت کی اساس سمجھتے تھے۔ شریعت پر پابند رہنا ہی ہر قسم کی کرامت تصور کرتے تھے۔ ابو الحمد مغازلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت احمد نوری سے بڑھ کر کسی کو

عبادت گزار نہیں دیکھا۔

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوعبداللہ عمرو بن عثمان مکی ہے۔ آپ حضرت ابوسعید خراز اور دیگر کئی شیوخ کی صحبت میں رہے۔ آپ اصول اور طریقت میں شیخ قوم اور امام الطائفہ تھے۔ شیخ حسین بن منصور حلاج کے شیخ تھے۔ آپ نے اس سے ناراض ہو کر انہیں بد دعا دی تھی۔ آپ نے بغداد میں ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وجد کی حالت کو کوئی عبادت ادا نہیں کر سکتی کیونکہ وجد تو مومنین کے پاس اللہ کا راز ہے۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار کبار شیوخ میں ہوتا ہے۔ صوفیا کے علوم میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ کو حضرت ابوتراب نخشی، احمد بن خضرویہ، ابن جلاء اور دیگر شیوخ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ ان سے کسی نے مخلوق کی تعریف پوچھی تو فرمایا اس کی کمزوری تو واضح ہے مگر اس کے دعوے بڑے لمبے چوڑے ہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ میں نے اپنی تدبیر سے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور نہ اس لئے کی ہیں کہ لوگ کہیں اس نے فلاں فلاں کتاب تصنیف کی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب مجھ کو وقت کا غلبہ ہوتا تو تصنیف میں مشغول ہو کر غلبہ وقت سے ہوش میں آنا چاہتا تھا۔

حضرت محمد بن عمر الوراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوبکر محمد بن عمر الوراق ترمذی ہے۔ آپ بلخ میں رہائش پذیر رہے۔ ریاضات میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ بہت بڑے عالم، زاہد، عابد اور متوکل تھے۔ مریدوں کو سفر و سیاحت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جہاں تمہاری ارادتمندی ہو اس مقام پر صبر کر کے پڑے

رہنے میں برکت ہے یہاں تک کہ تمہاری ارادتمندی درست ہو جائے اور جب ارادتمندی درست ہوگئی تو پھر برکت کے آثار ظاہر ہونے لگ گئے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ اگر طمع سے پوچھا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے تو جواب ملے گا "تقدیری امور میں شک" اور اگر اس سے پوچھا جائے کہ تمہاری غایت کیا ہے تو جواب ملے گا "محرومیت"

نیز فرمایا خدا سے دوستی کی علامت حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

آپ نے ۳۲۰ھ کے قریب وفات پائی۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن علیٰی خراز ہے۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ آپ کو حضرت ذوالنون مصری، حضرت نباجی، حضرت ابوعبید بصری، حضرت سری سقطی اور دیگر شیوخ باصفا کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ آپ نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

آپ فرماتے تھے کہ ہر وہ باطن جو ظاہر کے خلاف ہو، باطل ہے۔ نیز فرمایا کہ میں کافی مدت تک صوفیاء کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں میرے اور ان کے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہ ہوا۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ جواب دیا اس لئے کہ میں ان کے ساتھ رہتا تو اپنے نفس کی حفاظت کرتا رہتا۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابواسحٰق اور نام ابراہیم بن احمد خواص ہے۔ آپ حضرت جنید بغدادی اور ابوالحسین احمد نوری کے معاصر تھے۔ توکل اور ریاضت میں حصہ وافر پایا تھا۔ آپ کی وفات مقام رَے میں ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ کو اسہال کی شکایت تھی۔ ہر بار جب اٹھتے تو وضو کر کے مسجد کو لوٹ جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ ایک بار پانی میں اترے اور وہیں وفات پائی۔

آپ نے فرمایا پانچ چیزیں دل کے لئے دوا کا کام کرتی ہیں :-

۱۔ تدبر کے ساتھ قرآنِ حکیم پڑھنا۔

۲۔ پیٹ کا خالی ہونا۔

۳۔ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا۔

۴۔ صبح کے وقت اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں گڑگڑانا۔

۵۔ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا۔

حضرت ابوحمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوحمزہ اور اسمِ گرامی محمد ابراہیم ہے۔ مولانا جامی کے قول کے مطابق آپ تیسرے طبقہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات حضرت جنید بغدادی سے پہلے ہوئی۔ آپ ان کے ہم پلہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت سری سقطی اور حسن مسوحی کی صحبتوں سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ آپ فقیہ اور قراءت کے عالم متبحر تھے اور عیسیٰ بن ابان کی اولاد میں سے تھے۔

جب حضرت امام احمد بن حنبل کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ان کی خدمت میں آکر کہتے صوفی صاحب! آپ اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نہایت وضاحت سے مسئلہ سمجھاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال میں تابعداری کرنے کے سوا اللہ تعالےٰ کی راہ کی طرف کوئی اور چیز راہنمائی نہیں کرسکتی۔

نیز فرمایا کہ تین چیزیں حاصل ہوجائیں تو انسان تمام آفات سے نجات پاسکتا ہے:۔

۱۔ قانع دل کے ساتھ خالی ہمّت۔

۲۔ فقرِ دائم کے ساتھ زہدِ حاضر۔

۳۔ صبرِ کامل کے ساتھ ذکرِ دائم۔

آپ نے ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابراہیم بن داؤد رقّی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابواسحاق اور نام ابراہیم بن احمد بن داؤد رقّی ہے۔ آپ شام کے کبار مشائخ میں سے تھے اور جنید بغدادی اور ابن جلاء کے ہم پلّہ بزرگوں میں سے تھے۔ پروردگارِ عالم نے آپ کو بہت طویل عمر سے نوازا تھا۔ قرآنِ کریم اور حدیث شریف کے اسرار و رموز اور نکاتِ عالیہ سے خوب واقف تھے اور ۳۲۶ھ تک زندہ رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی اصل حقیقت میں ہر اس چیز سے جو وہم میں آسکے، خارج ثابت کرنے کا نام معرفت ہے۔ نیز فرمایا اللہ تعالےٰ کی محبت کی علامت اس کی اطاعت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنا ہے۔

حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نیشاپور میں رہا کرتے تھے۔ مولد و منشا ملقاباذ تھا۔ آپ حضرت سید الطائفہ جنید، خراز اور ابوتراب نخشبی کے ہم پایہ بزرگانِ دین میں سے تھے۔ تورّع اور تقویٰ میں بے مثال تھے تدیّن میں بے نظیر تھے، علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت کوئی نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے آگے آنے والے سفر کے لئے زادِ راہ اختیار کر لو۔ نیز فرمایا جس نے موت کے ذکر کو اپنا شعار بنا لیا اللہ تعالےٰ ہر باقی رہنے والی چیز کو اس کا محبوب اور ہر فانی رہنے والی چیز کو اس کا بنا دیتا ہے۔ آپ نے ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ جامی علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام جعفر بن یونس،

دلف بن جعفر اور دلف بن جحدر لکھے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی قبر پر آپ کا نام جعفر بن یوسف ہی لکھا ہوا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں آپ مصری ہیں۔ بعد میں بغداد میں تشریف لے آئے۔ اور حضرت خیر النساج کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تائب ہوئے۔ آپ حضرت جنید بغدادی کے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ عالم تھے، فقیہ تھے اور حضرت امام مالک کے مذہب پر تھے۔ آپ نے مؤطا امام مالک حفظ کر رکھا تھا۔ آپ نے ۸۷ سال عمر پائی۔

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ شبلی کو ظاہری آنکھوں سے مت دیکھا کرو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہیں۔ پھر فرمایا ہر قوم کے لئے تاج ہوتا ہے لیکن قوم صوفیاء کے تاج حضرت شبلی ہیں۔ آپ نے ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ مرتعش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابو محمد عبداللہ بن محمد مرتعش ہے۔ آپ نامی محلہ میں رہا کرتے تھے۔ بعض نے آپ کا مولد و منشا ملقا باذ بتایا ہے۔ آپ نے حضرت ابو حفص اور ابو عثمان کی صحبت میں رہ کر اپنے قلب و جان مجلّٰی کئے۔ حضرت جنید بغدادی سے بھی ملاقات ہوئی۔ نہایت رفیع الشان اور عالی مرتبت بزرگ تھے۔ ایک مدت تک مسجد شونیزیہ میں مقیم رہے۔ آپ نے ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت! ارادت کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا نفس کو تمام مرداروں سے روکنے، اللہ کے اوامر میں لگ جانے اور راضی بہ تقضائے الٰہی رہنے کا نام ارادت ہے۔

حضرت ابو علی احمد رودباری رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ چہارم کے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمد بن قاسم بن منصور ہے آپ رودبار کے رئیسوں میں سے تھے۔ آپ حافظ، عالم، فقیہ، ادیب اور امام و سیدِ اہلِ حال

تھے۔ آپ کا مولد و منشا بغداد تھا لیکن مصر میں مقیم ہوگئے اور وہیں ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ نے حضرت ابن جلاء، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوالحسین احمد نوری اور دیگر کئی بزرگانِ دین کی صحبتوں سے نورِ معرفت کا اکتساب و اقتباس کیا۔

حضرت القاسم دمشقی فرماتے ہیں کہ کسی نے ابوعلی رود باری سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو گانا سنتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ میرے لئے جائز ہے کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ اب مجھ پر حالات کا اختلاف اثر نہیں کر سکتا، اس پر آپ نے فرمایا ہاں پہنچ تو چکا ہے لیکن جہنم میں!

حضرت ابوالخیر اقطع رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ چہارم کے بزرگ ہیں۔ آپ کا اسمِ گرامی حمّاد ہے۔ آپ مغرب کے رہنے والے تھے مگر تنیات میں مقیم ہو گئے۔ آپ علم و فضل، فہم و فراست اور ذکاوت و ذہانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ صاحبِ کرامات تھے۔ رفیع الشان اور جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔

آپ فرماتے تھے علم و عمل میں موافقت، ادب پہ کاربند رہنے، فرائض کو ادا کرنے اور صالحین کی معیت کے بغیر کوئی شخص شرف و بزرگی حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت ابومحمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر ہے۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشو و نما پائی۔ آپ کو حضرت جنید بغدادی، ابوالحسین احمد نوری، حضرت محمد بن رویم، حضرت سمنون اور دیگر کئی بزرگوں کی صحبت میسر آئی مگر آپ نے زیادہ تر اپنے آپ کو حضرت جنید بغدادی سے ہی منسلک رکھا۔ آپ کی وفات ۳۴۸ھ میں ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندے اور وجدان کے درمیان صرف اتنی سی بات ہے کہ تقویٰ اس کے دل میں جاگزین ہو جائے اور جب تقویٰ جاگزیں ہو جائے تو اس پر علم کی برکات نازل ہوتی ہیں اور دنیا کی رغبت زائل ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوالعباس سیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام قاسم بن قائم ہے مگر آپ اپنی کنیت ابوالعباس سیاری سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ مرو کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابوبکر واسطی کی صحبت میں رہے۔ آپ ایک متبحر عالم اور رفیع الشان صوفی تھے۔ صوفیاء کے بیشتر علوم انہیں کی طرف منسوب ہیں۔ آپ نے ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔

آپ نے فرمایا کوئی عقلمند مشاہدۂ حق سے لذت حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ مشاہدۂ حق، فناء کا نام ہے جس میں کوئی لذت نہیں۔

کسی نے آپ سے پوچھا حضرت! مرید اپنے نفس کو کس چیز کے ساتھ سدھائے؟ آپ نے فرمایا اوامر پر صبر، استقلال کے ساتھ عمل، نواہی سے پرہیز، صالحین کی صحبت میں رہنے اور فقراء کی خدمت کرنے سے آپ نفس کو سدھائیے۔

حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابوعثمان سعید بن سلام مغربی ہے۔ آپ اپنے زمانے کے بے نظیر انسان تھے آپ سے پہلے ایسا کوئی انسان دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ ابن کاتب، حبیب مغربی اور ابوعمرو زجاجی کی صحبتوں میں رہے اور حضرت نہرجوری، ابن صائغ اور دیگر مشائخ سے ملاقات کی۔ ریاضت میں رفیع الشان تھے۔ علم و فضل، تقویٰ و طہارت میں بے مثال تھے اور فرماتے تھے کہ تقویٰ یہی ہے کہ بندہ حدود کے اندر رہے، نہ کوتاہی کرے اور نہ ہی ان سے تجاوز کرے۔ آپ نے ۳۷۳ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔ حضرت امام ابوبکر بن فورک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوالحسن حصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام نامی حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری بصری ہے۔ بڑے ہو کر آپ نے بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی، نوادراتِ عالم میں سے تھے، سبقِ ربانی تھے، اپنے وقت کے شیخ العالم تھے۔ آپ کی روحانی نسبت حضرت شیخ شبلی سے تھی۔ آپ نے ۳۷۱ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حصری نوافل کو نہیں مانتے حالانکہ جوانی کے زمانہ سے اب تک اپنے ذمے میں نے جو اوراد لگا رکھے ہیں، اگر ان میں سے ایک رکعت بھی چھوڑ دوں تو اسی وقت معتوب ہو جایا کرتا ہوں۔

حضرت شیخ ابوعلی سیاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرو کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے حضرت ابوالعباس قصاب اور حضرت احمد نصر کی صحبت سے ایمان و ایقان کو جلا بخشی۔ حضرت ابوعلی دقاق سے بھی فیض حاصل کیا۔ ابتداءً حال میں دہقان تھے۔ تیس سال مسلسل روزہ سے رہے۔ آپ نے بمقام مرو ۴۲۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی حسن بن محمد دقاق ہے۔ آپ وقت کی زبان تھے۔ نیشا پور میں اپنے فن کے امام تھے۔ زبان و بیان میں فصیح و بلیغ تھے۔ آپ نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی۔ حضرت نصرآبادی کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے نیشا پور میں ماہِ ذی قعدہ میں وفات پائی۔ استاد ابوالقاسم قشیری کے داماد اور شاگرد تھے۔ آپ نے اپنے استاد کے ملفوظات جمع کئے تھے جو اہلِ ذوق و شوق کی نظروں سے تا حال پوشیدہ ہیں۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی علی بن جعفر ہے۔ آپ یگانۂ روزگار اور غوثِ وقت تھے۔ آپ تصوف و طریقت میں حضرت سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی کے متبع تھے۔ آپ کی روحانی تربیت میں حضرت بایزید نے خاصی توجہ فرمائی۔ آپ نے ۴۲۵ھ میں وفات پائی۔

آپ فرمایا کرتے وہ شخص جو سرود و نغمہ گائے اور پھر حق تعالےٰ کی خواہش رکھے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرے اور حق تعالےٰ کی طلب بھی نہ کرے۔ نیز فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا وارث وہ ہے جو حضور علیہ السلام کی قول و فعل میں اقتدا کرے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ آپ سلطانِ وقت، جمالِ اہلِ طریقت اور مشرف القلوب تھے۔ تمام مشائخ آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ نے طریقت میں شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی ہیں۔ بوعلی سینا آپ کا ہم عصر تھا۔ آپ نے مخلوقِ خدا کو اپنے معرفت پاروں سے راہِ ہدایت دکھائی۔ آپ کی رباعیات میں حقیقت، طریقت، شریعت اور معرفت کا رنگ نمایاں ہے آپ نے رمضان المبارک کی چار تاریخ کو ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ایک ہزار ماہ تھی۔

حضرت ابوالحسن گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی علی ہے۔ آپ اپنے وقت کے یگانہ و یکتا بزرگ تھے۔ زبان و بیان کے لحاظ سے افصح الناس تھے۔ صرف تین واسطوں سے آپ کی نسبتِ طریقت حضرت جنید بغدادی سے جا ملتی ہے۔ آپ صاحبِ محاضرہ، صاحبِ مکاشفہ اور صاحبِ مشاہدہ بزرگ تھے کشف و

کرامت بلا ارادہ ظاہر ہوا کرتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبدالکریم بن ہوازن قشیری ہے۔ آپ رسالہ قشیریہ اور تفسیر اشارات کے مصنف ہیں۔ آپ ہر فن میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ان تصانیف کے علاوہ آپ کی اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ نے حضرت ابوعلی دقّاق کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے ابوالقاسم الایمانی سے ادب اور عربی زبان پڑھی۔ آپ نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو بھاری لگان سے بچانے کے لئے بہت سی کوششیں کیں۔

آپ اپنے پیر و مرشد کے ادب میں اتنے پابند تھے کہ بلا وضو ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ مرشد نے آپ کی پاکدامنی کے پیشِ نظر اپنی لڑکی کا عقد ان سے کر دیا آپ صاحبِ کرامات اور صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ سپاہ گری، حدیث دانی اور قرآنی نکات کے سمجھنے میں بڑے ذہین تھے۔ اعلیٰ درجہ کے شاعر و ادیب تھے۔ خوشنویسی میں کمال حاصل تھا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی آپ کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوالعباس شقانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی احمد بن محمد ہے۔ آپ علومِ عقلیہ و نقلیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سی نادر الوجود ہستیوں سے استفادہ کیا تھا۔ اہلِ تصوف میں سے رفیع الشان بزرگ تھے حضرت داتا صاحب کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ آپ حضرت داتا صاحب پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ بعض علوم میں حضرت داتا صاحب کے استاد بھی تھے۔ آپ شریعت پر سختی سے کاربند تھے اور شریعت ہی کو ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔

حضرت احمد بن حماد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے وقت کے محسود العبّاد تھے۔ لوگ آپ کی زندگی پر رشک کیا کرتے۔ حضرت داتا صاحب کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ قرآن فہمی، حدیث دانی میں کمال رکھتے تھے، خوفِ خدا اور شریعتِ حقّہ کی پابندی کو ذریعۂ نجات تصور کرتے تھے۔ حضرت داتا صاحب نے آپ کی بیشتر کرامات دیکھیں جو حیرت افزا اور عجیب تھیں۔ آپ کی توبہ کی حکایت حضرت داتا صاحب نے کشف المحجوب میں درج کی ہے جو اس کتاب کی بھی زینت ہے۔

حضرت ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحبِ کتاب اللمع ہیں۔ آپ کا اسمِ گرامی ابو نصر سراج ہے۔ آپ کو طاؤس الفقراء کہا جاتا ہے آپ کو ہر علم میں دسترس تھی۔ ریاضات و معاملات میں شافی و کافی تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں طریقت و حقیقت نہایت بسط و کشاد سے بیان کی گئی ہیں۔ آپ کا مسکن طوس ہے اور مزار بھی وہیں ہے۔ آپ نے حضرت ابو محمد مرتعش کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ علاوہ ازیں حضرت سری سقطی، حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے بھی ملاقاتیں کیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے، مجھے اللہ تعالےٰ نے وہ شرف بخشا ہے کہ میری قبر کے پاس جو بھی دفن ہوگا بخشا جائے گا۔

حضرت حسین بن منصور بن حلّاج رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام ابو المغیث حسین بن منصور حلّاج بیضاوی ہے۔ آپ فارس کے ایک شہر بیضا کے رہنے والے تھے۔ آپ پیشہ کے لحاظ سے دھنئے نہ تھے بلکہ یہ آپ کی ایک کرامت تھی جس کے سبب آپ حلاج مشہور ہو گئے۔ ہوا یوں کہ ایک دن آپ اپنے ایک دھنئے دوست کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ کسی کام سے چلا گیا اور آپ سے کہہ گیا کہ ذرا خیال رکھنا۔ آپ نے اپنی انگلی سے روئی کی

طرف اشارہ کیا تو روئی اور بنولے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ بس اس وجہ سے آپ حلّاج کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ عراق میں رہتے رہے۔ حضرت جنید بغدادی اور ابو الحسین احمد نوری سے مجالست رہی۔ آپ حضرت عمرو عثمان مکّی کے شاگرد تھے۔ مشائخ کرام رحمہم اللہ نے آپ کے متعلق مختلف آراء قائم کیں۔ بعض نے آپ کو مردود سمجھا اور بعض نے مقبول، حضرت داتا صاحب آپ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت ابو سعید ابو الخیر فرماتے تھے کہ حسین بن منصور حال کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے استاد عمرو عثمان مکی نے ان کے حق میں بد دعا کی تھی جس کے باعث آپ کو تختۂ دار پہ کھینچا گیا، لیکن بعض کا خیال ہے کہ ان کی اپنی ہی دعا یہ رنگ لائی تھی۔ انہوں نے اپنے حق میں یہ دعا بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر کی تھی۔

حضرت جعفر خلدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام جعفر بن محمد بن نصیر خلدی ہے۔ آپ طبقہ پنجم کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کا مولد و منشا بغداد ہے۔ آپ اپنے محلہ خلد کے باعث خلدی مشہور ہوئے۔ آپ کو حضرت جنید اور ابراہیم خواص کا تلمذ حاصل ہے۔ آپ نے حضرت نوری حضرت محمد بن رویم اور حضرت سمنون وحریری سے ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ وقت کے فحول علماء میں سے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تاریخ و حکایات پر ترتیب دی تھیں جو مرورِ زمانہ کے باعث لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "فتوت" نفس کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

حضرت ابو جعفر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی ابو جعفر محمد بن علی السنوی المعروف بہ محمد علیان ہے اور آپ طبقہ چہارم

کے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کبار مشائخ کبار میں سے ہیں۔ حضرت ابوعثمان حیری کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ حضرت محفوظ فرماتے ہیں کہ آپ اہلِ معارف کے امام تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ولی وہ ہے جس سے خود بخود کرامات کا ظہور ہو۔

حضرت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جامی نے آپ کا نام ابوالفضل بن حسن سرخسی لکھا ہے۔ آپ ماوراء النہر کے ایک قصبہ ختلان یا ختل میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم میں دسترس تھی۔ بہت سے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھے اور دولتِ عرفان سے اپنے سینے کو منور کیا۔ حضرت شیخ حصری کے مرید تھے، شیخ ابوعمرو قزوینی کے اور ابوالحسن سالبی کے قریب ترین احباب میں سے تھے۔ ستّر سال تک گوشہ نشین رہے۔ متصوفین کے رسمی لباس کے مخالف تھے۔ شخصیت میں حد درجہ رعب و جلال تھا ہر قدم پر آپ سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔

آپ نے حضرت ابوالفضل کو اپنی نگاہ خاص سے کیمیا بنا دیا تھا۔ آپ پر لوگوں کے احوال ظاہر ہو جاتے تھے۔ حضرت مخدوم علی ہجویری کے پیرو مرشد تھے۔ حضرت داتا صاحب کو ان سے حد درجہ کی عقیدت تھی۔ علومِ قرآن و حدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی وفات کے وقت اپنا سر حضرت داتا صاحب کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ وفات سے پہلے آپ نے حضرت صاحب کو ایک نصیحت فرمائی تھی جو آپ نے کشف المحجوب شریف میں درج کی ہے آپ کی وفات بیت الجن میں ہوئی جو عقبہ واقع دمشق میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

حضرت ابوجعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابوالحسن صائغ دینوری بغدادی کے استاد تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے قریب ترین اصحاب میں سے تھے۔ آپ مکہ میں ایک مدت تک مجاور رہے۔ [illegible] میں وفات پائی

آپ کی قبر حضرتِ دقاق کے پہلو میں ہے۔ ابوسعید خراز سے مصاحبت رہی۔ آپ حضوری ہیں، آپ کو جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اکثر خوابوں میں حضور کے جمالِ جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ علوم و فنونِ متداولہ میں یکتائے روزگار تھے۔

حضرت ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ سوم کے بزرگ ہیں۔ آپ کا نام احمد بن حسین ہے۔ آپ کو حسین بن محمد بھی کہتے ہیں آپ علماء و مشائخ میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت بن عبداللہ تستری سے لطفِ صحبت حاصل کیا۔ حضرت سہل نے انہیں اپنی توجۂ تامہ سے کندن بنا دیا تھا۔ آپ سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا۔ آپ جنگ قرامطہ میں شہید ہوئے، سالِ وصال ۳۰۴ھ ہے۔

حضرت علی بن بندار صوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ پنجم کے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ نیشاپور کے مشائخ میں سے تھے۔ نیشاپور میں حضرت ابوعثمان حیری اور محفوظ بن محمود کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ سمرقند میں حضرت محمد فضل بلخی، بلخ میں حضرت محمد حامد جورجان میں حضرت علی جورجانی، رَے میں حضرت یوسف بن حسین اور بغداد میں حضرت جنید بغدادی کے خدمت میں رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ابن عطاء، ابومحمد حریری، طاہر مقدسی، ابن جلاء، ابوعمرو دمشقی، ابوبکر مصری، ابوبکر دقاق، اور ابوعلی رودباری سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ ایک متدین و متورع ہستی اور متبحر عالم تھے۔ نکاتِ قرآن و حدیث خوب بیان فرماتے۔

حضرت ابراہیم بن سعد علوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابواسحٰق ہے۔ آپ حسنی حسینی سید تھے۔ بغداد کے قدیم مشائخ میں سے تھے۔

آپ نے بغداد سے نقل مکانی کر کے سکونت اختیار کر لی۔ آپ صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ حضرت ابراہیم ادہم کے ہم پایہ ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہروی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ہزار بائیس بزرگوں کا تعارف حاصل ہے جو آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ حضرت ابوالحارث اولاسی کے استاد تھے۔ آپ نہایت عالم، فاضل، فقیہ و محدث تھے۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت ابوالحارث اولاسی نے آپ کی بہت سی کرامات کا مشاہدہ کیا۔ عزلت نشینی کو کیمیا سمجھتے تھے۔

حضرت ابو علی شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ اول کے بزرگوں میں تھے۔ آپ پہلے پہل صاحبِ رائے تھے، بہترین محدث تھے حنفی المذہب اور حضرت امام زفر کے شاگرد تھے۔ بلخ کے قدیم مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت حاتم اصم کی صحبت سے فیض پایا تھے۔ تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و فتوت میں بے نظیر تھے۔ طریقۂ توکل زیادہ پسند تھا۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت ابراہیم ادہم سے پوچھا بھائی معاش کے لئے کیا کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا "جب ہمیں کچھ مل جائے تو شکر کرتے ہیں اور جب کچھ نہ ملے صبر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں! خراسان کے کتے یہی کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم ادہم نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہمیں جب کچھ مل جائے تو ایثار کرتے ہیں اور جب کچھ نہ ملے شکر کرتے ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم ادہم نے آپ کی پیشانی چوم لی۔

آپ نے کئی ائمہ کرام سے فیض حاصل کیا۔ آپ کو ۱۷۴ھ میں بمقام ختلان شہید کر دیا گیا۔ مزار مبارک ختلان ہی میں ہے۔

حضرت ابوالمظفر ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقۂ ششم کے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کا نام جبال بن احمد ہے۔ آپ امام تھے

زاہد تھے، اپنے وقت کے شیخ تھے حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ آپ حضرت محمد حامد واشکرزی کے شاگرد تھے۔ ابوبکر وراق سے بھی تلمذ کیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ آپ زہد و ورع اور معاملات میں یگانۂ روزگار تھے شیخ الاسلام کے دادا پیر تھے۔

حضرت شیخ ابوالعباس قصاب آملی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد بن محمد بن عبدالکریم ہے۔ آپ آملہ اور طبرستان کے شیخ الشیوخ تھے۔ حضرت محمد بن عبداللہ طبری کے مرید تھے۔ محمد بن عبداللہ طبری حضرت ابومحمد جریری کے مرید تھے۔ جو اپنے وقت کے غوث و قبلۂ اہلِ طریقت تھے۔ آپ سے بڑی کرامات کا صدور ہوتا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ شیخ عبدالرحمٰن سلمی نے مشائخ کرام پر ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میرا نام اس میں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر اس نے کوئی کام کی بات نہیں کی۔ آپ اُمّی تھے اور کلام میں فصیح اور نکات فہمی میں بہت زیرک تھے۔ آپ کے پاس اہلِ دل اکناف و اطراف سے کسبِ فیض کیا کرتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو آپ کا کلام بہت پسند تھا۔

از نگاہش خانۂ باطل خراب

سیدِ ہجویر مخدومِ امم
مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم

بندہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت

عہدِ فاروق از جمالش تازہ گشت
حق ز حرفِ او بلند آوازہ گشت

پاسبانِ عزت اُمُّ الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ

بحضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ

اے خواجہ فقر گنج بخش آمدۂ
در فقر امیرِ گنج بخش آمدۂ
گرد سرِ گنج بخش گردی اے چرخ
تو نیز اسیرِ گنج بخش آمدۂ

در حضرتِ شیخ عرضِ ما بے ادبی ست
آں شیخ کہ نائبِ رسولِ عربی ست
ما از درِ گنج بخش محروم روِیم
در قاعدۂ کرم بسا بوالعجبی ست

ما بر درِ گنج بخش آہے کردیم
با آہ بادجِ عرض راہے کردیم
مفتاحِ خزینہ ادب یعنی دل
نذرِ خاصانِ بارگاہے کردیم

(حضرت مولانا غلام قادر گرامیؒ)

الطاف ہے مدام گروؐ گنج بخش کا

ہو رہ دِلا مُدام گرو گنج بخش کا خوبی میں ہے مقام گرو گنج بخش کا
کرپا میں احترام گرو گنج بخش کا لے دل ہمیشہ نام گرو گنج بخش کا
رکھ دھیان صبح وشام گرو گنج بخش کا

آتے ہیں وہ مدد کے تئیں جلد ہر کہیں ان کا ہوا جو دل سے اسے کچھ خطر نہیں
یہ بات ٹھیک ہے اسے کر جی میں تو یقیں کرتا ہوا جو نام لے ان کا تو بالیقیں
لیتا ہے نام تھام گرو گنج بخش کا

ان کی سرن میں آیا تو پھر دکھ نہ ہو کبھو رکھ لیں گے اپنی کرپا سے وہ تیری آبرو
رکھ اپنے جی سے ان کی ہی کرپا کی آرزو ارداس کرکے سر کو جھکا ان کے در پہ تو
لطف وکرم ہے عام گرو گنج بخش کا

کر عرض ان سے اپنا تو احوال اے نظیر اپنے کرم سے لیں گے تجھے پال اے نظیر
رکھ ان کی یاد جی میں تو ہر حال اے نظیر رہتا ہے جگ میں خوش دل وخوشحال اے نظیر
ہے دل سے جو غلام گرو گنج بخش کا

جناب سید ولی محمد المعروف بہ نظیر اکبر آبادی

عہ گرو یعنے ہادی و مرشد۔

رحمت کی بھرن، حکمت کا چمن مخدوم علیؒ ہجویری ہیں

اثباتِ شریعت نفیٔ فتن مخدوم علی ہجویری ہیں
ارشاد بجاں الحاد شکن، مخدوم علی ہجویری ہیں

عرفان وحقیقت کے قلزم، ایقان وطریقت کے معدن
برہان وصداقت کے مخزن، مخدوم علی ہجویری ہیں

فطرت کی نوا، سنّت کی ادا، شفقت کی صبا، کلفت کی دوا
رحمت کی بھرن، حکمت کا چمن، مخدوم علی ہجویری ہیں

جن کا فیضان، ہدایت ہے، بیماریٔ عصیاں کا درماں
وہ چارہ گرِ آشوبِ زمن، مخدوم علی ہجویری ہیں

ہر بات ہے جن کی پائندہ، ہر لفظ ہے جن کا تابندہ
ہر کام ہے جن کا مستحسن، مخدوم علی ہجویری ہیں

ایام کی گردش جس کو کبھی کجلا نہ سکے گی اسے تائب
تبلیغ کی وہ صبحِ روشن، مخدوم علی ہجویری ہیں

استادِ گرامی
جناب حفیظ تائب صاحب مدظلّہ

نغمہ سپاس

بحضور سیّد السّادات حضرت سیّد مخدوم علی ہجویری المعروف بہ

داتا گنج بخش رح

اے شعاعِ آفتابِ مصطفےٰ — گوہرِ بحرِ حبابِ مصطفےٰ
تیری صورت میں ہے نورِ مصطفےٰ — تیری سیرت میں ظہورِ مصطفےٰ
تیری آنکھوں میں ضیائے مصطفےٰ — تیری لب پہ ہے نوائے مصطفےٰ
نغمۂ بادِ بہارِ مصطفےٰ — اے بہارِ لالہ زارِ مصطفےٰ
مظہرِ شانِ جلالِ مصطفےٰ — منظر حسن و جمالِ مصطفےٰ

اے شناسائے مقامِ مصطفےٰ
اے سراپا احترامِ مصطفےٰ

تیرا فیضانِ کرم مجھ پہ ہوا — انقلاب انگیز اثر مجھ پہ ہوا
بے قراری میں مزہ آنے لگا — اشکباری میں مزہ آنے لگا
زندگی اک اہتزازِ حبا ودل — زندگی سوز و گدازِ حبا ودل
زندگی کیف و سرور و سرخوشی — زندگی عرفان نور و آگہی
ہوگئی بیدار قسمت ہوگئی — روئے اقدس کی زیارت ہوگئی
میں ہوں اور ذکرِ محمد صبح و شام — میں ہوں اور مدحِ شہِ خیر الانام

مصطفےٰ فخرِ دو عالم مصطفےٰ
مصطفےٰ نورِ مجسّم مصطفےٰ

خواجہ عبدالسمیع پال اثرؔ صہبائی رح

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت داتا صاحبؒ کو

نصیحت

سیّدِ ہجویر، عزِّ اولیاء ذاتِ پاکش مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل بالیقیں رہنمائے کاملاں اعزازِ دیں

تاجدارِ اولیاء و اتقیاء شہریارِ اصفیاء و اغنیاء

ذاتِ او حصنِ حصینِ شرع و دیں نقشِ پاکش کعبۂ اہلِ یقیں

نامِ اُو وجہِ قرارِ قلب و جاں ذکرِ او تنویر و تطہیرِ رواں

دید در خوابے رسولِ پاک را سیّدِ کُل، سائرِ افلاک را

عرض کرد او را بصد عجز و نیاز دِہ مرا "پندے" شہِ بندہ نواز

گفت سلطانِ اُمم شاہِ شہاں اے علی! احبس حواسک ہر زماں

اندریں پندش حِکَم پوشیدہ اند ق سودہا اہلِ بصیرت دیدہ اند

ہر کہ می گیرد حواسِ خویش را دور دارد خوفِ گرد و پیش را

در جہاں باشد عزیز و محترم صاحبِ توقیر و فردِ محتشم

تو حواسِ خویش را محکم بگیر

تا نباشی اندریں دنیا اسیر

بشیر حسین ناظم ایم۔اے

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

منبعِ رشد و ہدایت، مخزنِ جود و سخا — گوہرِ کانِ ولایت، مرکزِ لطف و عطا
خواجۂ اجمیر نے چوکھٹ پہ آ کے یوں کہا — گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

راز دارِ سرِّ حق، دانائے دینِ مصطفٰے — واقفِ راہِ حقیقت، پیشوائے اتقیا
ماہتابِ معرفت، مہرِ طریقت کی ضیا — گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

بہرِ دریوزہ گری حاضر ہیں سلطان و گدا — داتا داتا کہہ رہی ہے اس لئے خلقِ خدا
اولیاء و اصفیا کے لب پہ ہے صبح و مسا — گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

مرکزِ انوار، بیشک آستانہ ہے ترا — ہر گھڑی ذکرِ محمدؐ، ہر گھڑی ذکرِ خدا
میرے دل سے بھی ظہوریؔ کیوں نہ یہ نکلے صدا — گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

جناب الحاج محمد علی صاحب ظہوری
قصوری

رباعی
اے کہ وصفت گنج بخش عالم ست
شاہد ایں وصف جملہ عالم ست
دہ مرا از گنج عرفاں بہرہ
عاصیم توقیر تو در بالم ست
شاہ محمد چشتی سیالوی غفرلہ

رُباعی

نظرِ رحمت بھری اے سیّدِ ہجویر ہو جائے
کرم ہم پر طفیلِ خواجۂ اجمیر ہو جائے
بس اِک لمحے میں کر دیتے ہو حل مشکل زمانے کی
ہے ناممکن کہ سائل کو ذرا بھی دیر ہو جائے

صائم چشتی

رُباعی
فقر کے سلطان داتا گنج بخش
اولیاء کی جان داتا گنج بخش
مرکزِ فیضان داتا گنج بخش
قائدِ ذیشان داتا گنج بخش
قائد شرقپوری

مُرتّبہ

بشیر حسین ناظم، ایم۔اے

ناشر

نوری بک ڈپو داتا دربار لاہور